Holon

یا معین    هوالکل    ۷۸۶

# اسلام کا انجام



یہ اُس شہرۂ آفاق کتاب کا اُردو ترجمہ ہے جسکو دیار مصر کے نامور بزرگ سند العارفین۔ رئیس الکاملین شمس الطریقۃ بدر الشریعۃ۔ فاضل اجل علامہ سید توفیق بکری۔ شیخ المشائخ صوفیہ و نقیب الاشراف مصریہ نے "المستقبل الاسلام" کے نام سے تصنیف فرمایا تھا

جسمیں

اہل یورپ کے مسلمہ فاضلوں کے اقوال سے اسلام کے نیک انجام ہونیکی سندیں دنیا کے مسلمانوں کی فرداً فرداً تحقیقات اور شمار تعداد۔ تمدن جدید اور تمدن قدیم کا مقابلہ مسئلہ تعلیم کے نازک مباحث اور نتیجہ خیز فیصلے۔ اور اسکا عینی ثبوت کہ گوشہ نشین صوفیائے کرام کیسا زبردست فلسفیانہ دماغ رکھتے ہیں۔ فقرہ فقرہ پڑھنے اور غور کرنیکے قابل ہے

حسب الارشاد سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دبیر حلقہ نظام المشائخ

خاکسار محمد صادق پیرزادہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی و کارکن حلقہ المشائخ نے

محمد انوار ہاشمی پرنٹر کے اہتمام سے

عصر جدید پریس میرٹھ میں چھپوا کر

منزلگاہ حلقہ المشائخ دہلی سے شائع کیا

دوسری مرتبہ    قیمت فی جلد ۱۴/

# السّلطان علی جارج الخامس

خدا تعالیٰ کے پسندیدہ اسلام کے نیک انجام ہونیکا اِس کتاب میں ذکر ہی اسلئے میں اسکو اپنے خاقان الہند سلطان علی جارج الخامس شہنشاہ انگلستان کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں۔کیونکہ بزرگان صوفیہ کی پیشین گوئیوں کے موافق ہمارے شہریار دائرہ اسلام میں آنیوالے ہیں اور اُنکا نام ملاء اعلیٰ میں علی جارج رکھا گیا ہے۔عالم روحانیت میں حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جام وحدت پلایا ہی ہندوؤں نے آپکے اسم انگریزی جارج دی ففتھ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے عدد ۷۸۶ نکالے ہیں پس ایسے نیر اقبال اسلامی کے اسم گرامی سے کتاب ہذا کا منسوب ہونا بالکل حق بجانب اور موزوں ہے

۲۶ جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۰ھ
حسن نظامی
مقام دہلی
۱۵ مئی سنہ ۱۹۱۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اسلام کا انجام

## پہلی فصل اسلام کا راس المال

### مکان و سکّان

ہر ایک امت کا مستقبل درحقیقت دو طبیعی امور پر موقوف ہے یعنی سکّان کی کثرت اور مکان کی سرسبزی و شادابی اور دیگر ضروری اشیاء کا اُس میں موجود ہونا۔ پس ان دونوں امور سے جو امت پورا حصہ رکھتی ہوگی ضرور اُسکا مستقبل اس حصہ کے موافق باعتبار اسکی حالت موجودہ کے عظیم الشان ہوگا اور جن اسباب کسبیہ سے مثلاً علم و اخلاق اور قوانین و حکومت وغیرہ سے وہ قوم یا امت محروم ہے۔ قریب زمانہ کی گردش ان سب کو اسکے اندر مجتمع کردے گی چنانچہ انہیں اسباب پر نظر کرکے (مونتورو) اور (تیمین) وغیرہ نے یہ پیشینگوئی کی ہے کہ چین کا مستقبل ہر ایک دوسری دولت کے مقابلہ میں نہایت عظیم الشان ہے جس شخص نے جاپان کی تیس سال پہلے کی حالت اور اس قلیل عرصہ میں اُسکی موجودہ ترقی ملاحظہ کی ہے وہ ہرگز قبل از وقت اس کی درستی میں شک نہیں کرسکتا ہے کہ روس اپنی معتبر بالشان عظمت قدیم کے باوجود جاپان

کے آگے کیسا سرنگوں ہوگیا۔ ابن خلدون نے بھی ان امور کی طرف کچھ اشارہ کیا ہے چنانچہ
قوم وحکومت کا فروغ دراصل اُسکی عصبیت وکثرت کے فروغ پر منحصر ہے ایک شاعر کا قول
ہے ۔ شعر وَاِنَّمَا الْعِزَّةُ لِلْکَاثِرِ

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہمنے جان لیا کہ اسلام کا مستقبل بہت بڑا ہے اور اسکی
شان نہایت عظیم ہے۔ کیونکہ اسلام امور مذکورہ میں بہت بڑا حصہ رکھتا ہے اور اپنے
اس [illegible] افزوں ترقی کررہا ہے۔

جب مسلمان جغرافی صورت میں تامل کریگا تو دیکھیگا کہ زمین تین عالموں پر تقسیم ہوگئی ہے جن میں
سے ایک عالم اسلامی درمیان میں اور عالم مسیحی اسکے بائیں جانب اور عالم وثنی اسکے دائیں
طرف ہے جیسے کہ دونوں بازوؤں کے وسط میں دل ہوتا ہے اور غور کرنیوالے پر یہ بات بھی
پوشیدہ نہ رہیگی کہ عالم اسلامی کا حصہ بہ نسبت دیگر عالموں کے زیادہ اور کثیر ہے چنانچہ یہ
زمین کی وسیع کشادگی میں پھیلا ہوا ہے بحر اٹلنٹیق سے شروع ہوکر ساحل باسیفیق پر ختم
ہوا ہے اور شمال میں سائبیریا کے کناروں سے لیکر جنوب میں بحر محیط تک آن پہنچا ہے اور
اسکے تمام ممالک وبلاد باہم متصل اور ایک دوسرے سے غیر منفصل ہیں جن میں سرسبز
وشاداب قطعات بھی ہیں اور ریگستان بھی ہیں اور وسیع میدان بھی ہیں اور کوہستان بھی ہیں
انہیں میں پاکیزہ اور خوش آب وہوا مقامات ہیں اور انہیں میں جیحون وسیحون اور نیل وفرات ہیں
انہیں میں مصر کے وادی اور ہند کے میدان ہیں اور انہیں میں چین کے وسیع قطعات اور
سوادہائے عراق ہیں اور اناطولیا کی پتھریلی ندیاں اور اُسکے پہاڑ اور فارس کے سبزہ زار اور
ریگستان اور نبی عربی ہاشمی صلے اللہ علیہ وسلم کا مرقد اور حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کا مولد اور
حضرت موسی کلیم اللہ علیہ السلام کا مبعث اور کل انبیا علیہم السلام کی وحی کا مہبط اور انکے علاوہ صاف
ہوا ٹھنڈا اور میٹھا پانی اور دیگر خوبیاں جن سے اور ممالک قاصر ہیں اور جنکی حسرت میں کف افسوس

---

۱ عزت کثرت والے کے واسطے ہے ۱۲ ۵ بت پرست ۱۲

ملتے ہیں سب ممالک اسلامی میں مجتمع ہیں۔

ایک آتش پرست کا لندن میں گزر ہوا تو وہاں کے کسی شخص نے اس سے کہا کہ تم سورج کی کیوں پرستش کرتے ہو۔ آتش پرست نے جواب دیا کہ اگر تم سورج کو دیکھتے تو ضرور تم بھی اسکی پرستش کرنے لگتے۔

پھر زمین میں یہ وسعت اور سامان معاش کی کثرت جو خداوند تعالیٰ نے عالم اسلامی کو نصیب فرمائی ہے اسکے افراد کی بڑھوتری اور انکی حالت کی بہتری میں بہت بڑی اصل ہے کیونکہ علم اجتماع انسانی میں سعادت و شقاوت اور قلت و کثرت مکانی کا مکین کیساتھ مرتبط ہونا ایک امر لازمی ہے۔

**لوبون** کہتا ہے قابل زراعت زمین جبتک اپنے رہنے والوں کے واسطے ضرورت سے زائد پیداوار کرسکتی ہے تو اسکے باشندے تعداد میں بڑھتے رہتے ہیں اور اگر زمین کی پیداوار رہنے والوں کے گزارہ سے زائد نہیں ہوتی تو ان کی تعداد میں بھی ترقی نہیں ہوتی کیونکہ جب زمین کی پیداوار رہنے والوں کو کافی نہ ہو تو لامحالہ انکے شمار میں بھی تنزل واقع ہوتا ہے اور وہ لوگ طرح طرح کی سختیوں اور مصائب و شدائد کا سامنا کرتے ہیں یہانتک کہ باہم جنگ و حرب کی نوبت پہنچتی ہے اور اسقدر کٹ مرتے ہیں کہ پیداوار انکو کفایت کرنے لگتی ہے اور دونوں پلے برابر ہو جاتے ہیں۔

یہ حقائق نہایت روشن ہیں مگر پھر بھی بعض اوقات بڑے بڑے قابل اور مشہور ذی علموں کی سمجھ ان تک نہیں پہنچتی ہے اور ان کی عقل انکے برعکس فتویٰ دیتی ہے ہر وقت وہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ ملک میں آبادی ترقی کرے خواہ کسی ذریعہ یا وسیلہ سے ہو" اور امور متقدمہ کی کچھ رعایت پیش نظر نہیں رکھتے ہیں چنانچہ یہی خطا فرانس کے سابق وزیر معارف **جول سیمون** سے باوجود اسکی وسعت علمی کے واقع ہوئی ہے جیساکہ اسنے ۱۸۹۶ء کے جلسۂ معارف میں اپنے لکچر کے اندر بیان کیا کہ جو شخص فرانس میں کئی ملین آبادی بڑھا سکے وہ اسکے حق میں اس شخص

سے زیادہ مفید ہے جو بذریعہ جنگ کے چند فرسخ زمین اسکی حدود میں اضافہ کر دے اور ہزارہا مخلوق کا خون بہائے۔

اسکا یہ کلام سواب سے بالکل دور ہے کیونکہ جو شخص فرانس کی مساحت زیادہ کریگا اُسکے ساتھ ہی سامان معاش کی بھی زیادتی کریگا جسکے سبب سے آبادی کی ترقی لازمی ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس حقیقت میں شک کرے تو ہم اُسکے سامنے ایسے اُستاد کا قول پیش کرتے ہیں جسکی صداقت میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے یعنی مشہور فاضل (الیبچ) کہتا ہے کہ یورپ کے شہروں میں آبادی مقتضائے طبیعت سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے یہانتک کہ انکی زمین کی پیداوار اور اسکی آبادی میں کچھ نسبت نہیں رہی پس چند ہی برس کے بعد ایسا ہوگا کہ زمین انکے بقدر احتیاج اشیاء کے پیدا کرنے سے عاجز ہو جائیگی کیونکہ انہوں نے اُسکو مختلف مصالحوں سے جو کثرت پیداوار کے واسطے اُس میں ملاتے ہیں ضعیف کر دیا ہے اور پھر اُسوقت نہ علمی نظریات کی ضرورت ہے نہ فنی قیاسات کی کیونکہ وہ ناموس طبعی نہایت روشن ہے جو انسان کو اس بات کا حکم کرتی ہے کہ وہ اپنے ابواب رزق کی محافظت سے غافل نہ ہو اور جب وہ اُس حکم کی مخالفت کرتا ہے تو اُسکو دردناک عذاب پہنچایا جاتا ہے اور اُسوقت یورپین لوگوں کے واسطے خلاصی کا کچھ حیلہ اور چارہ نہ ہوگا۔ سوا اسکے کہ بقا کے واسطے فنا کو اختیار کریں چنانچہ ہم اسی کے مثال کے واسطے سنہ ۱۸۱۶ء اور سنہ ۱۸۱۷ء کے قحط اور انکے متصل ہی لڑائیوں کو پیش نظر لاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ مائیں اپنی اولاد کی خوراک کے واسطے مقتل سے لاشیں اُٹھا کر لاتی تھیں اور اُن کو کھلاتی تھیں۔ پس جو عاقل ممالک یورپ اور اسکے مستقبل کی نسبت اپنی نظر کو دقیق کریگا تو اُسکو ناپائدار بنیاد پر قائم پائیگا۔ بعض اہل عقل اس طرف بھی گئے ہیں کہ مشرق کی زمین ہمت کی فاسد کرنے والی اور ترقی سے روکنے والی ہے۔ چنانچہ اس صورت میں مشرقی ممالک بجائے نعمت کے زحمت ہوئے۔ صحیح قیاس اس رائے کی مخالف

ہیں اور یہ رائے کسی صورت سے صحیح نہیں ہے (فولیتر) اپنے لکچر میں بیان کرتا ہے
کہ ہم اُن لوگوں سے سوال کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اُمت کی حالت اور اُسکے اخلاق اُسکے
مکان کی آب وہوا کی طبیعت پر موقوف ہیں کہ امبراطور جولیان نے اہل پیرس کے
اخلاق اور جد وجہد اور صلابت وسکون طبیعت کی کیوں تعریف کی ہے حالانکہ پیرس کی
آب وہوا وہی ہے جو پہلے تھی اور اب اُسکے لوگوں کی طبیعت شیرخوار بچوں کی سی نازک
اور مزاج اُنکا متلون اور اخلاق اُنکے ناپسندیدہ کیوں ہو گئے اور اس مصری امت کو
دیکھو کہ جنکی تعریف ہمارے سامنے مورخ قوت عزم اور متانت طبع کے ساتھ کرتے ہیں
اور جنکی فتوحات کو نہایت عظیم الشان بتلاتے ہیں آج وہ ایسے ضعیف العزم اور
نرم و ناتواں ہو گئے ہیں کہ ہر ایک کھانے والا اُنکو حلوائے بے دود ھ سمجھتا اور اُنکے
نگلنے کی حرص کرتا ہے اور کیا سبب ہے کہ اناقریون اور ارسطاطالیس اور زوقیس
جیسے لوگ پیدا نہیں ہوتے اور روما کی زمین کیوں شیشروں اور قاطون اور تشلیت
کے ہمجنس پیدا کرنے سے عاجز ہو گئی ہے اب روما کے لوگ نہ بات کرنے کا سلیقہ
رکھتے ہیں نہ کام کرنے کا اُن کی انتہائے تمنا یہ ہے کہ روغن زیتون سستے داموں
میں اُنکے ہاں فروخت ہو اور بس حالانکہ شیشرون رومانی کی یہ عادت تھی کہ وہ انگریزوں
کے ساتھ تمسخر کیا کرتا تھا چنانچہ ایک دفعہ اُسنے مذاق کے طور پر اپنے بھائی قانتوس کو جو
قیصر کے ساتھ انگریزوں کی جنگ پر گیا ہوا تھا لکھا کہ تمنے انگلستان میں کوئی بڑا فلسفی یا
ریاضی داں بھی دیکھا شیشرون کو یہ خبر نہ تھی کہ اسکے بعد انگلستان میں دنیا بھر سے
بڑے فلسفی اور ریاضی داں پیدا ہونگے۔

غرضکہ ان کل مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امت کی ترقی اور ارتفاع اور
اسکے تنزل و ادبار میں اقلیم کا کچھ اثر نہیں ہے بلکہ دیگر اسباب کو مثل حکومت یا مذہب
کے ساتھ بہت بڑا دخل ہے۔

خداوند تعالیٰ نے اس بات کا ارادہ کر لیا تھا کہ ان بلاد جمیلہ کو مسلمانوں کے دستِ تصرّف سے باہر نہ نکالے جبکہ ایک روز بہ باعث کمزوری کے وہ اُنکی حفاظت سے عاجز ہو گئے۔ یہاں تک کہ پھر اُن میں حفاظت کی قدرت عود کر آئے پس ان ممالک کو مسلمانوں پر خدائے تعالیٰ نے مثل وقف کے کر دیا اور اسکا سبب یہ ہے کہ ان ممالک کے درمیانی شہر اس لائق نہیں ہیں کہ غالب آنیوالی اُمتیں یعنی یورپ کے لوگ ان میں آباد ہو سکیں اور اسی کی توضیح ذیل میں ہم بیان کرتے ہیں۔

طبعیات میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حیوان یا نبات یا انسان نے جب ایک وسط طبیعی میں نشو و نما پایا تو اُسکے غیر موافق دوسرے وسط میں زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور طبعیات ہی میں اس بات پر بُرہان بھی قائم کی گئی ہے۔

اور ان لوگوں کے نزدیک جیسے کہ مچھلی خشکی میں اور اونٹ پانی میں اور کھجور برف کے ملک میں ہمیشہ نہیں رہ سکتی ہے ایسے ہی انگریز ہندوستان میں گھر نہیں بنا سکتے ہیں اور نہ جرمنی سوڈان میں آباد ہو سکتے ہیں۔

**لوبُون** اپنی کتاب فسیولوجیا میں کہتا ہے کہ بعض مؤلفین بیان کرتے ہیں کہ انسان دیگر حیوانات سے اس سبب سے ممتاز ہے کہ یہ ہر فضا اور ہر زمین پر رہائش کر سکتا ہے اور یہ بہت بڑی خطا ہے کیونکہ تاریخ نے بار بار اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اہل شمال جنوبی ممالک میں نہیں رہ سکتے۔ دیکھو اہل شمال اور سرد ملکوں میں سے بربر کے لوگ جنھوں نے روما کو فتح کر کے اُسکے گرم ملکوں میں رہنا اختیار کیا تو اُن پر ایک قرن بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ موت نے سب کو صاف کر دیا اور اٹلی کے اندر اُن میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔ اور اس مصر کو دیکھو کہ اسپر بیس قوموں نے حکومت کی اور سب کو اسنے چٹ کر لیا اور مصر کا کاشتکار ویسا ہی اپنی زمین پر قائم رہا۔ اور اسی طرح اٹلی کے لوگ افریقہ کو وطن بنانے سے عاجز ہیں باوجودیکہ ہسپانیہ اور ارض اُنھوں نے

ایسا وطن بنایا ہے کہ بالکل لاطینی شہر معلوم ہوتے ہیں اور اس بات میں کچھ شک
نہیں ہے کہ ممالک جزائر میں عنقریب ہم کو بھی اُنہیں باتوں کا سامنا ہوگا جو اُن میں
رومانیوں کو پیش آئی تھیں ۔ پس یہ زمین اپنے فاتحین کے آل و اولاد کو ہلاک کر دیگی
جبتک کہ ایسا نہ کرینگے جیسا کہ ہندوستان میں انگریز کرتے ہیں یعنی اپنی اولاد کو پرورش
پانے کے واسطے یورپ بھیجتے ہیں اور ہندوستان کو وطن نہیں بناتے ۔

غرضکہ جب انسان کا وسط طبیعی مختلف ہوگا تو ضرور وہ ہلاک ہو جائے گا اور
خاصکر جبکہ وہ شمال سے جنوب کی طرف آئے ۔

یہ جو کچھ بیان ہوا امکان یعنی ہوا وطن و بلاد اسلامی کے متعلق تھا اب رہا سکان یعنی
اُمم مسلمہ کا بیان سو الحمد للہ کہ تعداد ان کی نہایت وافر اور شمار انکا متکاثر ہے ۔ چنانچہ
افریقہ میں مسلمانوں کی تعداد ملاحظہ ہو ۔

۹۰۰۰۰۰۰ مراکو میں نوّے لاکھ
۴۵۰۰۰۰۰ الجزائر میں ۴۵ لاکھ
۱۵۰۰۰۰۰ تونس میں ۱۵ لاکھ
۱۴۰۰۰۰۰ طرابلس میں ۱۴ لاکھ
۱۰۰۰۰۰۰۰ مصر میں ایک کروڑ
۶۰۰۰۰۰۰ سودان مصر میں ساٹھ لاکھ
۴۰۰۰۰۰۰ صحراء اعظم میں چالیس لاکھ
۱۳۰۰۰۰۰۰ فرانسیسی سودان میں ایک کروڑ تیس لاکھ
۹۰۰۰۰۰۰ انگریزی سودان اور نیجر میں نوّے لاکھ
۵۰۰۰۰۰۰ سودان اوسط شل وادی و ماجرمی وغیرہ میں پچاس لاکھ

۱۵۰۰۰۰۰ کونغو میں پندرہ لاکھ
۳۰۰۰۰۰۰ اوغندہ میں تیس لاکھ
۳۰۰۰۰۰۰۰ موزنبیق اور مڈگاسکر اور کاٹب اور زنجبار اور اوبوک اور وسطی افریقہ میں تین کروڑ
۴۰۰۰۰۰۰ توبو اور قامرون میں چالیس لاکھ
۳۵۰۰۰۰۰ ارٹیریا اور حبشہ میں ۳۵ لاکھ

## کل مسلمان افریقہ میں

۱۰۵۴۰۰۰۰۰
دس کروڑ چون لاکھ

## اور یورپ میں مسلمانوں کی تعداد یہ ہے

٢٥٠٠٠٠٠ ترکی یورپ میں ٢٥ لاکھ

٧٠٠٠٠٠ بوسینا اور ہرزیگونیا میں سات لاکھ

١٠٠٠٠٠٠ بلغاریہ اور مشرقی رومیلیا میں دس لاکھ

٦٠٠٠٠ رومانیا میں ساٹھ ہزار

٢٠٠٠ صرب میں دو ہزار

١٠٠٠ جبل اسود میں ایک ہزار

٢٥٠٠٠٠٠ یورپی روس اور قفقاس میں ٢٥ لاکھ

٥٠٠٠٠٠ فیلین میں ٥ لاکھ

٤٠٠٠٠٠٠ سماٹرہ میں چالیس لاکھ

٣٧٠٠٠٠٠٠ جاوا میں تین کروڑ ستر لاکھ

٥٠٠٠٠٠ بورنیو میں پانچ لاکھ

٩٠٠٠٠٠٠ مالیزیا وغیرہ جزائر میں نوّے لاکھ

٥١٠٠٠٠٠٠ کل اوقیانوس میں پانچ کروڑ ١٠ لاکھ

کل یورپ میں

٦٨٢٠٠٠٠

٦٨ لاکھ بیس ہزار

## ایشیا میں مسلمانوں کی تعداد

٧٠٠٠٠٠٠ اناطولیا ستر لاکھ

٢٤٠٠٠٠ عراق دو لاکھ چالیس ہزار

١٢٠٠٠٠٠٠ ملک عرب ایک کروڑ ٢٠ لاکھ

١٠٠٠٠٠٠٠٠ ایشیائی روس دس کروڑ

٥٠٠٠٠٠ بلوچستان ٥ لاکھ

١٠٠٠٠٠٠ سیام دس لاکھ

٤٥٠٠٠٠٠٠ چین ٤ کروڑ ٥٠ لاکھ

٤٠٠٠٠٠٠ ارمنیہ چالیس لاکھ

٢٠٠٠٠٠٠ شام بیس لاکھ

١٢٠٠٠٠٠٠ ایران ایک کروڑ بیس لاکھ

٩٠٠٠٠٠٠ افغانستان نوّے لاکھ

٩٠٠٠٠٠٠٠ ہندوستان برما و سیلون نو کروڑ

٢٠٠٠٠٠٠ ہند چینی بیس لاکھ

کل ایشیا میں

٢١٥٠٠٠٠٠٠

اکیس کروڑ پچاس لاکھ

پس یہ تین سو ساٹھ ملین نفوس اُن سلف صالحین کے خلف ہیں جنکی شان میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے [1] مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

یہ امت کریمہ اگرچہ اسوقت بہت سے اسباب علم و عمل سے محروم ہے مگر اسکے مذہبی اثر اور اسکے بزرگان سلف کی وراثت کے سبب سے اسکے مزاج میں آثار شریفہ اور صفات قویہ قائم ہیں جنکے باعث سے یہ امت بہت سی اُمتوں پر ممتاز ہے۔

اسحاق طیلر کہتا ہے کہ افریقہ میں اسلام بہت زور شور سے پھیل رہا ہے اور تمام فضائل اسکے ہمرکاب ہیں چنانچہ کرم اور عفاف اور شرافت اسکے آثار ستہ ہیں اور شجاعت اقدام اسکے انصار سے ہیں اور اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ مبشرین [2] کی دعوت کے ساتھ فحش اور قمار اور نشہ بازی کا بھی سکان میں انتشار ہوتا ہی کونتنس کہتا ہے کہ مسلمانان چین اپنے بُت پرست پڑوسیوں سے رفعت خصائل اور شرف اخلاق کے ساتھ ممتاز ہیں جنکو انکے اور انکے بزرگوں کے نفوس میں قرآن پاک کی وصایا نے منطبع کردیا ہے بخلاف بُت پرستوں کے کہ وہ ان تمام فضائل سے انتہائی پستی میں ہیں۔

---

[1] محمد خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ کہ انکے ساتھ ہیں کفار و نپر سخت اور آپس میں نرم ہیں تم اُنکو رکوع اور سجدے کرتے ہوئے دیکھتے ہو خدا سے فضل اور رضامندی ڈھونڈتے ہیں۔ سجدہ کے اثر سے اُنکی نشانی اُنکے چہروں میں ہے یہ اُنکی مثال توراۃ میں ہے اور اُنکی مثال انجیل میں ہے مثل کھیتی کے اُسنے اپنی سوئی نکالی پھر اُسکو قوی کیا چنانچہ وہ موٹی ہوئی اور کھیتی اپنی نال پر سیدھی ہو گئی کسانوں کو خوش کرنے لگی۔ (خدا نے مسلمانوں کو یہ روز افزوں ترقی اسواسطے عنایت کی ہے) تاکہ کفاروں کو جلائے خدا نے ان میں سے اُن لوگوں کے ساتھ لائے ہیں اور جنہوں نے اچھے عمل کئے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے ۱۲

[2] یعنی عیسائی پادری ۱۲

اور اُن بڑی صفات میں سے جنکے ساتھ مسلمان ممتاز ہیں ایک عزت نفس ہے چنانچہ مسلمان فقر وفاقہ اور دولت ونعمت غرضکہ ہر ایک حالت میں عزت کو خدا و رسول اور اپنے ہی واسطے سمجھتا ہے اور یہ صفت جسکو دین نے انکے نفوس میں بو دیا ہے جب اسکے ساتھ اور وسائل بھی جمع ہو جائیں تو یہ اسکو بہت جلد درجات کمال اور غایت مدنیت کیطرف پہنچانیوالی ہے اگر تم چاہو تو اپنی عقل سے اُن لوگوں کا حال غور کرکے دیکھو کہ جنہوں نے اس یقین کو گم کر دیا ہے اُن کی حرکات میں کسقدر فتور اور اُن کی ہمتوں میں کہانتک قصور ہے خاصکر جبکہ جہالت نے اُنکو چاروں طرف سے آگھیرا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ سب قوموں سے بدتر اور ذلیل تر ہیں مثل چمار و چوڑے اور کنجر وغیرہ کے۔

پھر یہ اسلامی اُمتیں اگرچہ مختلف شہروں میں آباد ہیں اور باعتبار قومیت و زبان کے ایک دوسرے سے جُدا ہیں مگر اسلام کی وحدت نے اُن سب کو ایک کر دیا ہے اور دین کی جامعیت جو بہت بڑی جامعیت ہے اور جسکے آگے چھوٹی جامعیت اور فروق سب لغو ہو جاتے ہیں اُسنے ان کو مجتمع کر دیا ہے چنانچہ اسی جامعیت کے ساتھ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ[۵۱] اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّۃٍ[۵۲] پس مسلمانوں کا وطن دین میں امت اسلامی کا مجموعہ ہے اور یہی وہ وطن ہے جسکی نسبت کہا گیا ہے کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ[۵۳] اس وطن سے زمین یا مسکن یا اہل واقربا کی محبت مراد نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو اسلام میں ہجرت نہ ہوتی اور کتاب الٰہی نہ اسپر آمادہ کرتی اور نہ اسکا حکم فرماتی خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

---

[۵۱] بیشک مومن لوگ بھائی ہیں ۱۲

[۵۲] یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جسنے زمانۂ جاہلیت کے رشتہ کیطرف لوگوں کو بلایا ۱۲۔

[۵۳] یعنی وطن کی محبت ایمان سے ہے ۱۲

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۚ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۔[1]

پس مسلمانوں میں سے جس شخص نے یہ کہا کہ فلاں شہر میں میرا وطن ہے تو اُسنے یہ کہا کہ میرا دین ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً[2] اور فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا[3] اور اسی سبب سے تم دیکھتے ہو کہ جب کسی جگہ کے مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تب تمام مسلمانوں کو رنج پہنچتا ہے اور اسی طرح ایک دوسرے کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں اگرچہ اُنکے شہروں میں مشرق سے مغرب کا فاصلہ ہی کیوں نہ ہو اور اس دینی جامعیت اور اسلامی رابطہ کی صلابت اسقدر عظیم الشان ہے کہ غیر مسلموں نے اب اسکا نام تعصّب رکھدیا ہے ۔

وطن کی یہ تعریف جو بیان کی گئی ہے یہی وہ غایت ہے جسکی طرف قوموں نے ترقی کی ہے اور جسکی طرف ہمتیں آمادہ ہوتی اور حرکت کرتی ہیں ادمون دیمولان کہتا ہے کہ سکسونی انگریزوں میں سے ہجرت کرنیوالا شخص ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے شہر سے اپنے وطن کو جا رہا ہے کیونکہ یہ اُسی مقام کو وطن خیال کرتا ہے جہاں انسان آزادی سے زندگی بسر کر سکے۔ پھر اسکے آگے بیان کرتا ہے کہ نصرت اور پوری نصرت اُنہیں اُمتوں کے واسطے ہے جنہوں نے اپنے نظام کے ارکان اسی وطینت کے ستونوں پر قائم کئے ہیں اور جامعیت کے ساتھ تعریف بھی اُسی مثال پر ہے جو مذکور ہوئی یعنے طریق آبادی کے ساتھ رفتار جسکا سبب یہ ہے کہ اوّل اوّل انسانی اجتماع چھوٹی چھوٹی نسبی جمعیتوں کی صورت میں تھا جیسے بنی دارم اور بنی اسد اور بنی ہاشم وغیرہ[4]

---

[1] اور جو شخص کہ راہِ خدا میں ہجرت کرے وہ زمین میں بہت سے سامان آسائش اور کشادگی پائیگا اور جو شخص اپنے گھر سے خدا اور اسکے رسول کی طرف ہجرت کرکے نکلیگا پھر اُسکو موت آجائیگی تو بیشک اسکا ثواب خدا کے ذمہ میں ہوگا ۱۲

[2] بیشک یہ تمہاری امت ایک امت ہے ۱۲

[3] اور خدا کی رسّی کو تم سب مجتمع ہو کر مضبوط پکڑو اور متفرق نہ ہو ۱۲

[4] عرب کے قبائل کے نام ہیں ۱۲

پھر اس اجتماع نے ان چھوٹی چھوٹی جمعیتوں سے بڑی جمعیتوں کی طرف ترقی کی جنکو آجکل اقوام کہتے ہیں علماء کا قول ہے کہ عنقریب یہ سب جمعیتیں ایک سب سے بڑی جمعیت یعنے انسانیت کیطرف[1] ترقی کرنے والی ہیں۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس انتہائی غایت سے اُمتیں بہت قریب ہوتی جاتی ہیں جسکی جرمنی اور سکسون اور سیلاف اور اٹالی اجناس متقاربہ کو جنس اعم کے ساتھ تالیف دیکر اس زمانہ میں کوشش کر رہے ہیں۔ جب یہ بات ظاہر ہوگئی تو معلوم ہوا کہ اسلامی جامعیت نے مختلف اجناس کو جمع کرنے اور ایک بڑی جامعیت کے اندر اُن کو لانے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے جسکے باعث سے آج مسلمان ۳۰۰ ملین نفوس سے عبارت ہے اُس جامعیت کی طرف جو عنقریب تمام افرادِ انسانی کو اپنے اندر شامل کرلے گی اسلام کی رفتار بہت تیز ہے۔ اور تیرہ صدی سے اسلام اسکے پیچھے پڑا ہوا ہے چنانچہ اسلامی جامعیت اُس امریکن جامعیت سے بہت مشابہ ہے جو شرقاً و غرباً تمام اجناس مختلفہ کو اپنے اندر شامل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اور یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ہر ایک اسلامی اُمت اپنے استقلال و استحکام کی حفاظت کرے اور چونکہ دینی جامعیت جنسی جامعیت پر مقدم ہے لہذا تمام مسلمان کل زمین اسلام کی اخوت قائم کر سکتے ہیں۔

ہمارے بعض مسیحی پڑوسی یہ اعتراض نہیں کر سکتے ہیں کہ اسلامی جامعیت مسیحی اقوام کے ساتھ ارتباط کے منافی ہے کیونکہ اگر وہ اس قول میں سچے ہوں تو مسلمانوں سے دس ملین نفوس گم ہو جائیں اور یہ وہ مسیحی نفوس ہیں جو بلاد اسلامی میں سکونت رکھتے ہیں اور جنھوں نے ۲۰۰ ملین بھائی حاصل کئے ہیں اور نیز ان مسیحی لوگوں کے ساتھ ذمی ہونیکا رابطہ دین کے قائم مقام ہے جسکے سبب سے دونو فریق ایک دوسرے کی معاونت و حمایت سے

[1] یعنی جیسے کہ اب ہر ایک شخص اپنی قوم کی بہتری چاہتا ہے اُسی طرح ہر ایک انسان کی چاہے گا ۱۲

محروم نہیں رہ سکتے ہیں اور قرآن کریم نے ذمیوں کے ساتھ نہایت احسان کا حکم فرمایا ہے لَا یَنۡهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِیَارِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ[1] اور باوجود اسکے الحمدللہ کہ اسلام تمام اکناف واطراف زمین میں اس سرعت سے ترقی کر رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے بلکہ اسلام کا یہ قاعدہ دیکھا گیا ہے کہ جب دشمن اسکو منتشر اور منقطع کرنا چاہتے ہیں تو یہ اور زیادہ بڑھتا جاتا ہے جیسے کہ درخت کا گھیر گھوم شاخ تراشی سے زیادہ ہوتا ہے اور پانی کو روکو جب روک دیا جائے تو وہ شہروں کو غرق کر دیتی ہے۔

عقلاء فرہنگ نے اس بات کا حکم لگا دیا ہے کہ عنقریب تھوڑا زمانہ گزرنے تک اسلامی تعداد مسیحی اور بت پرستوں کی تعداد کے برابر ہو جائے گی مسیحی تعداد آجکل (۴۲۰) ملین ہے اور بت پرستوں کی تعداد (۶۰۰) ملین ہے کیونکہ اسلامی تعداد میں روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے اور باقی دونو تعدادوں میں نہایت کمزور ترقی ہے۔ چنانچہ اسلامی ترقی اور غیر اسلامی ترقی کی رفتار میں ایسا فرق ہے جیسا پیدل کی رفتار اور موٹر کی رفتار میں ۱۸۵۸ء میں مصر کی آبادی ۸ ملین تھی اور سنہ ۱۸۹۱ء میں دس ملین کے اندازمیں ہوگئی اور ہندوستان کے مسلمان سنہ ۱۸۹۲ء میں ۵۷ ملین تھے اور سنہ ۱۹۰۱ء میں ۶۰ ملین ہو گئے اور اسی طرح چین اور سوڈان وغیرہ کے مسلمانوں کو قیاس کرنا چاہیئے پس اس طرح کی حیرت انگیز ترقی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتی ہے۔ و یمولان بیان کرتا ہے کہ تین سو چونتیس سال میں فرانس کی آبادی دگنی ہو جائے گی اور جرمن کی ۹۸ سال میں اور انگلستان کی ۶۳ سال میں اور آسٹریا کی ۶۲ سال میں۔

افریقہ سے لیکر چین اور بحر محیط تک اسلام کے انتشار اور اسکے ازدیاد کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے چند ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

---

[1] خدا تم کو ان لوگوں کی بنسبت منع نہیں کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے ہیں اور نہ انہوں نے تم کو تمہارے شہروں سے نکالا ہے یہ کہ تم انکے ساتھ نیکی کرو اور منصفانہ برتاؤ برتو بیشک خدا منصفانہ برتاؤ برتنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

## اشاعتِ اسلام کا پہلا سبب

عقیدۂ اسلامی کی سلامت و سہولت ہے ایک دفعہ میں نے سید جمال الدین افغانی سے دریافت کیا کہ مستقبل کا کیا دین ہوگا تو اُنھوں نے میرے جواب میں کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

دی کاسٹری اسلام کے متعلق اپنی ایک تالیف میں کہتا ہے کہ اسی طرح اسلام نے عالم کا ایک بہت بڑا حصّہ اپنی طرف منجذب کر لیا ہے کیونکہ اسکے اندر ذات اللہ کی صفات کو صفات بشری بالاتر تصوّر کرتے ہیں شانِ نفس کا اعلاؔ ودیعت رکھا گیا ہی جسکو روزانہ پانچ نمازیں یاد دلاتی ہیں اور نیز اسلام ایسے قوانین پر مشتمل ہے جو بشری طبائع کے ساتھ نہایت نرمی ورفاقت کا برتاؤ کرتے ہیں چنانچہ اسنے اُنکے واسطے وہی چیزیں حلال کی ہیں جنکی خواہش اُنکے اندر ہے۔

اُمم زنجیہ یعنی حبشیوں کے نزدیک وسعتِ اسلام کا بڑا کارکن اسلام کی دلیری اور اسکی تلقین کی سہولت ہی جو خاص نفس قرآن میں پورے طور سے موجود ہے اور اسی باعث سے یہ ہر ایک طبیعت کے موافق پڑتا ہے ایسا صاف دین ہے کہ جسمیں کچھ پوشیدگی نہیں اور کلمہ شہادت جو اسلام کا اصل ہے اسکے بدلہ بوقت مرگ آسمان کی طرف ایک انگلی سے وحدانیت خداوندتعالیٰ کا اشارہ کردینا بھی کافی ہے۔

پس جب ایک جاہل شخص اپنے سامنے دو ایسے دینوں کو دیکھیگا جو دو حقیقتوں یعنے وحدانیت خداوندتعالیٰ اور ابدیت روح میں متحد ہوں یعنی دینِ اسلام اور دینِ عیسوی اُسوقت تم اُسکو دیکھوگے کہ وہ اُس دین کو اختیار نہ کریگا جو ان دونوں حقیقتوں سے زیادہ چیزوں

---

لہ بیشک جو لوگ کہ مومن ہیں اور جو یہودی ہیں اور نصاریٰ اور صابی (ان میں جو) خدا کے ساتھ ایمان لاؤ اور اچھے عمل کئے ہیں اُنکے واسطے اُنکا ثواب اُنکے پروردگار کے پاس ہے اور نہ اُنپر خوف ہی اور نہ وہ غمگین ہونگے ۱۲

پر مشتمل ہوگا اور لامحالہ یہ شخص اسلام ہی کو پسند کریگا اور یہ اسلام کی ایک ایسی قوت ہے
کہ جسکے ساتھ یہ دیانت مسیحی پر بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے اور سترہویں صدی کے لوگ
اسلامی قوت سے بخوبی واقف ہو گئے تھے چنانچہ قسّیس ماراشی کی کتاب الرد علی القرآن
میں دیکھو کہ وہ لکھتا ہے ذہن قاری سے یہ بات مخفی نہ رہے کہ یہ گروہ (اسلام) دین مسیحی
کے اُن امور کی حفاظت کرتا رہا ہے جو تصدیق سے قریب اور نظام کون و قانونِ معاشرت
دنیاوی کے موافق ہیں اور انجیل کی وہ حکایات جو پہلی سرسری نظر میں غیر صحیح معلوم ہوتی ہیں
اور عقل اُنکا ادراک نہیں کرسکتی ہے اُنکو اسنے دور کر دیا ہے جیسے کہ انجیل کی اُن
تعلیموں کو دور کر دیا ہے جو انسان کو سخت تنگیوں میں مبتلا کرتی ہیں اور اسی واسطے
اسکو ان دونوں روکاوٹوں کے اُٹھا دینے میں بڑی آسانی ہوئی جنکو ہر ایک شخص اپنے
اور مذہبِ حق کے درمیان میں سدِ راہ سمجھتا ہے یعنی روح اور جسم کی روکاوٹیں اور
یہی سبب ہے کہ جو بُت پرست لوگ اس ہمارے زمانہ میں اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین
اختیار کرلیتے ہیں وہ اسلام ہی کو اختیار کرتے ہیں نہ مسیحیت کو۔

اسحاق طیلر کہتا ہے مسیحیت صرف ترقی کرنے اور آگے قدم دھرنے ہی سے
عاجز نہیں ہو گئی ہے بلکہ اب یہ اپنی آپ حفاظت کرنے سے بھی عاجز ہے۔ اسلام یکایک
مراکو سے لیکر جاوا تک اور زنجبار سے چین تک پھیل گیا ہے اور اب وہ افریقہ میں
اس سرعت سے پھیل رہا ہے جسکا بیان نہیں ہو سکتا اور ہم اسلام کو وحشی قوموں
کی تہذیب و ترقی کے واسطے نہایت مفید و موافق دیکھتے ہیں بخلاف مسیحیت کے کیونکہ
اسکو اُن کی عقلیں ادراک نہیں کرسکتی ہیں اور اسی سبب سے جو نفع اسلام نے مدنیۃ کو
پہنچایا ہے وہ مسیحیت کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

جب دیانت محمدی کسی حبشی قبیلہ میں داخل ہوتی ہے تو اُس سے بُت پرستی کو
بالکل مٹا دیتی ہے اور انسان کی گوشت خوری اور بچوں کو زندہ در گور کرنا بالکل دور کر دیتی ہے

اور لطافت اور ... نفس امر وقار اور اچھی خصلتیں اُنکے اندر پیدا کرتی ہے چنانچہ جہان کی مہمانی اُن میں ... کے ہو جاتی ہے اور نشہ بازی اور قمار بازی اور ناچ و رنگ وغیرہ حرکات نالائقہ ایک ... جاتی ... ہیں۔ عورتوں میں عفت و تقویٰ کی روح پڑتی ہے اور آپس میں پند و نصیحت ... معاونت ... اخوت کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔

## اشاعتِ اسلام کا دوسرا سبب

اسکے ... فطرتِ انسانی سے موافقت اور فطرتِ عقلی پر اُن کی بنا ہے لوشاتلیہ اپنی کتاب ... نام اُنیسویں صدی کا اسلام ہے بیان کرتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کا نمونہ ... کا انکار نہیں ہو سکتا اور غالب سبب اسکا یہ ہے کہ اسلامی شریعت ... مسلمانوں میں ... کا حکم دیا ہے کیونکہ اہل ہند اپنے مذاہب قدیمہ کی رو سے چند گروہوں پر منقسم تھے اور کوئی گروہ اپنے سے بالاتر گروہ میں ترقی نہ کر سکتا تھا چنانچہ جو شخص کسی ذلیل طبقہ میں پیدا ہوتا اُسکے واسطے رہائی کا کوئی راستہ نہ تھا سوا اسکے کہ اسلام اختیار کرلے۔ اور لود وفیق و وفنتا سون اپنی کتاب النصاریٰ والاسلام میں بیان کرتا ہے کہ اہل ہند کبھی اس حد تک نہیں پہنچ سکتے کہ اُن میں وطنی مستقل حکومت ہو مگر جبکہ اُنکے درمیان سے مذہبی تخالف اور طوائف و اجناس دور ہو جائیں اور یہ بات اُسوقت تک ممکن نہیں جبتک کہ ان میں اسلام نہ پھیل جائے کیونکہ یہی ایک چیز ہے جو ان تمام فروق کو دور کرکے ارکانِ مساوات و اخوت اور حریت کو قائم کرتا ہے جو دیانت اسلامی کے قواعد ہیں۔

## اشاعت اسلام کا تیسرا سبب جو کل اسباب سے زیادہ اہم ہے

دُعاۃ اسلام کا حاذق و باثر ہونا ہے اور یہ لوگ صوفیائے کرام اور خاص متبعان جناب خیر الانام ہیں۔ صوفیہ اُمت اسلامی میں ایک خاص مرتب و منظوم جمعیت ہے اور اسکی تعداد ایک لاکھ مطمئن نفوس کی ہے نہ چین کے بوکسر اسکا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ یورپ کے مذہبی طوائف اور ...

جمیعت دعوۃ اسلامی کے واسطے ایک عجیب طور سے قائم ہے بعض لوگوں کا قول ہے کہ عالم اسلامی دول یورپ کے آگے ایک مدت سے بجائے تقدم و غلبہ کے تنزل اور سکون میں آ گیا ہے کیونکہ دول یورپ اکثر ممالک اسلامی پر قابض و متصرف ہو گئی ہیں مگر جس چیز نے انکو عاجز کیا ہے اور جسکے سامنے انکا کوئی حیلہ و حوائج نہیں چلتا اور نہ انکی عقلی و جسمی قوت کارآمد ہوتی ہے وہ صوفیہ ہیں پس در اصل صوفیہ ہی وہ قوت ہیں جو عالم اسلامی کی زندگی اور بڑھوتری کا باعث ہے چنانچہ تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ وہ افریقیہ و چین و ہندوستان اور ترکستان اور جزائر بحر محیط وغیرہ ممالک میں اسلام کی دعوت کر رہے ہیں اور روزانہ لوگوں کو فوج فوج اُس میں داخل کرتے ہیں چنانچہ افریقیہ میں جو خطوط حدود اسلامی کے ظاہر کرنے کے واسطے قائم کئے جاتے ہیں وہ ہمیشہ خط استوا سے جنوب کی طرف آگے کو بڑھتے رہتے ہیں جسکا باعث جہلاء افریقیہ میں صرف مشائخ طرق کی فتوحات کا اثر ہے کو نفوس کے جس گاؤں میں فرانسیسی داخل ہوئے وہیں صوفیہ کو اُنھوں نے اپنے سے پہلے موجود پایا جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر چکے تھے۔ جن لوگوں کو اہل یورپ کی اُن تصانیف کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جو اُنھوں نے انہیں ایام میں احوال صوفیہ اور تاریخ طرق اور ان لوگوں کے دعوۃ اسلامی کے واسطے سیر و سفر کرنے کی کیفیت میں لکھی ہیں وہ اس بات کو جان گئے ہیں کہ صوفیہ ہی کا ایک ایسا مسئلہ ہے جو گزشتہ و آئندہ حالت اسلام سے بحث کرنیوالوں کے واسطے کافی ہے اور اہل یورپ نے تو اس مسئلہ کو ایسا مہتم بالشان اور خوفناک تصور کیا ہے کہ والی جزائر نے ایک انجمن اوکتاف دوبون کی سرپرستی میں قائم کی تاکہ وہ صوفیہ کا احوال خوب تحقیق کرے چنانچہ اس انجمن نے ایسا ہی کیا اور ایک ضخیم جلد صوفیا کے احوال میں تیار کی جسکے دیکھنے سے تمام بلاد اسلامی کے صوفیا کا احوال مع اُنکی علامات مخصوصہ اور کیفیت نقل و حرکت کے معلوم ہو سکتا ہے۔

اور دی کاستری کہتا ہے کہ مسلمان اُس خطرہ کو سمجھ گئے ہیں جسکے

پہنچنے کا انکو اندیشہ ہے اور اسی سبب سے انہوں نے اپنی جامعیت کے مضبوط کرنے اور آپس میں روابط اتحاد پھیلانے کا ارادہ کرلیا ہے اور یہ مسلمانوں میں ایسی زبردست قوت ہے جو غیر مسلموں کو نصیب نہیں کیونکہ قرآن دینی شریعت اور تمدنی وسیاسی قانون ہے اور اسی سبب سے مسلمانوں کے نفوس میں ایک ایسی حرکت پائی جاتی ہے جسکی غایت کل وسائل ممکنہ کے ساتھ نصرانیۃ کی مغلوبیت خصوصاً تمدن جدید کا اسم ایمان کے ساتھ مقابلہ ہے۔ ابن کا قول ہے کہ اس حرکت اسلامی کی قوت متعدد طرق صوفیہ سے آتی ہے جو اس قرن کے شروع سے پائے گئے ہیں اور تمام اطراف میں اُن کی شان نہایت عظیم اور لوگوں کے دلوں میں انکی عجیب تاثیر ہے انکے داعی اور مرید تمام بلاد اسلامی اور غیر اسلامی کا چکر لگاتے ہیں اور بہت سے بارادہ حج کے اور بعض بقصد تجارت مکہ معظمہ سے جنبوب اور قسطنطنیہ تک اور بغداد سے فاس اور تنبکتو اور قاہرہ تک اور خرطوم وزنجبار اور کلکتہ اور جاوہ تک سیر وسفر کرتے ہیں کوئی ان میں منجم ہوتا ہے اور کوئی طالب علم اور کوئی مجذوب غرضکہ سب سینہ بسینہ ملتے چلے جاتے ہیں اور مسلمانوں میں اچھی آرام گاہ پاتے ہیں ۔

کونتالسنون کہتا ہے کہ ہم عالم اسلامی میں مہدیوں یا امراء وغیرہ کی بہت سی حرکات دیکھتے ہیں جو اس طرح زائل ہوجاتی ہیں کہ گویا تھی ہی نہیں مگر صوفیہ کا عمل نہایت ثابت اور دائم ہے پس اشاعتِ اسلام میں اسی کو افضلیت ہے۔ شرقاً وغرباً اور شمالاً وجنوباً اور شاتلیہ نے اشاعتِ اسلام کی بہت کچھ تعریف کرکے اسکو مشائخ طرق کی مساعی کی طرف منسوب کیا ہے کہتا ہے اور خلاصہ یہ کہ اسلام کی کل فتوحات اور تمام اقطار میں اسکی اشاعت جماعت صوفیہ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے پس درحقیقت مشائخ طرق ہی وہ لوگ ہیں جو اسلامی زندگی کی حرکت کو قائم رکھتے ہیں اور ان کی اس کارروائی سے جو خطرہ اہل یورپ کے مصالح کو پہنچنا متصور ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے ۔

## اشاعتِ اسلام کا چوتھا سبب تعدد ازدواج ہی

چنانچہ یہی وہ امر ہے جسکے ذریعہ سے ایک مسلمان کی نسل میں پانسو آدمی پیدا ہو سکتے ہیں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَنَاکَحُوْا تَکَاثَرُوْا فَاِنِّیْ مُبَاهِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اور خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا اسطرح نقل فرمائی ہے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ ط

دی کستری ہی بیان کرتا ہے کہ اشاعتِ اسلام کا ایک بڑا سبب کثرتِ ازدواج ہے کیونکہ سلاطین سوڈان بُت پرست قیدی عورتوں سے اسی غایت کے واسطے شادی کرتے ہیں اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں یہ عورتیں اور ان کی اولاد اشاعت اسلام کا ایک بہت بڑا سبب ہوجاتے ہیں۔ اسی کی طرف **موسیو روتان** نے اپنی بعض کتابوں میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے کہ یہ بات بہت مشکل ہے کہ جب آدمی کے سامنے اسکی عورتیں اور بچہ سب ہاتھ پھیلاکر اس بات کی خواستگاری کریں کہ جو عقیدہ ہم رکھتے ہیں وہی تم بھی اختیار کرو اور پھر اُسوقت وہ اپنے کان بہرے کرلے اور علاوہ اسکے شادی ہی پہلے انصار اسلام کے وجود کا باعث ہے۔

## اشاعتِ اسلام کا پانچواں سبب

بُت پرستوں کا فطرتی طور سے مسلمانوں کی طرف مائل ہونا اور عیسائیوں سے بغض رکھنا ہی **کونتا لنسون** کہتا ہے کہ چین کے اندر جس چیز نے اسلام کو نصرانیت پر بلند کیا وہ سلاطین چین کی مسلمانوں کے ساتھ رعایت وعنایت ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو ہمیشہ یہ مراتب اور القاب وغیرہ عنایت کرتے رہے ہیں اور نصاریٰ کو ان سب باتوں سے محروم رکھا ہی

---

لہ تم نکاح کرو تمہاری بڑھوتری ہوگی پس بیشک میں تمہاری (کثرت) کیسا تھ اور اُمتوں پر قیامت کے روز فخر کرونگا ۱۲ لہ اے پروردگار ہمارے اور ہم دونوں کو اپنا مسلمان (فرمانبردار) بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک امت اپنی مسلمان بنا ۱۲

پہنچنے کا انکو اندیشہ ہے اور اسی سبب سے انہوں نے اپنی جامعیت کے مضبوط کرنے
اور آپس میں روابط اتحاد پھیلانے کا ارادہ کرلیا ہے اور یہ مسلمانوں میں ایسی زبردست قوت ہے
جو غیر مسلموں کو نصیب نہیں کیونکہ قرآن دینی شریعت اور مدنی و سیاسی قانون ہے اور اسی سبب
سے مسلمانوں کے نفوس میں ایک ایسی حرکت پائی جاتی ہے جسکی غایت کل وسائل ممکنہ کے ساتھ
نصرانیۃ کی مغلوبیت خصوصاً تمدن جدید کا اسم ایمان کے ساتھ مقابلہ ہے۔ ابن کا قول ہے
کہ اس حرکت اسلامی کی قوت متعدد طرق صوفیہ سے آتی ہے جو اس قرن کے شروع
سے پائے گئے ہیں اور تمام اطراف میں اُن کی شان نہایت عظیم اور لوگوں کے دلوں میں انکی
عجیب تاثیر ہے انکے داعی اور مرید تمام بلاد اسلامی اور غیر اسلامی کا چکر لگاتے ہیں اور بہت
سے بارادہ حج کے اور بعض بقصد تجارت مکہ معظمہ سے جغبوب اور قسطنطنیہ تک اور بغداد
سے فاس اور تنبکتو اور قاہرہ تک اور خرطوم و زنجبار اور کلکتہ اور جاوہ تک سیر و سفر
کرتے ہیں کوئی ان میں منجم ہوتا ہے اور کوئی طالب علم اور کوئی مجذوب غرضکہ سب سینہ بہ سینہ
ملتے چلے جاتے ہیں اور مسلمانوں میں اچھی آرام گاہ پاتے ہیں ۔

کونتالسون کہتا ہے کہ ہم عالم اسلامی میں مہدیوں یا امراء وغیرہ کی بہت سی حرکات
دیکھتے ہیں جو اس طرح زائل ہوجاتی ہیں کہ گویا تھی ہی نہیں مگر صوفیہ کا عمل نہایت ثابت اور
دائم ہے پس اشاعتِ اسلام میں اسی کو افضلیت ہے۔ شرقاً و غرباً اور شمالاً و جنوباً
اور شاتلیہ نے اشاعتِ اسلام کی بہت کچھ تعریف کرکے اسکو مشائخ طرق کی مساعی
کی طرف منسوب کیا ہے کہتا ہے اور خلاصہ یہ کہ اسلام کی کل فتوحات اور تمام اقطار میں
اسکی اشاعت جماعت صوفیہ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے پس درحقیقت مشائخ طرق ہی وہ
لوگ ہیں جو اسلامی زندگی کی حرکت کو قائم رکھتے ہیں اور ان کی اس کارروائی سے جو
خطرہ اہل یورپ کے مصالح کو پہنچنا متصور ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے ۔

## اشاعتِ اسلام کا چوتھا سبب تعدد ازدواج ہی

چنانچہ یہی وہ امر ہے جسکے ذریعہ سے ایک مسلمان کی نسل میں پانسو آدمی پیدا ہو سکتے ہیں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَنَاکَحُوْا تَکَاثَرُوْا فَاِنِّیْ مُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السّلام کی دعا اسطرح نقل فرمائی ہے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ[ط]

دی کستری ہی بیان کرتا ہے کہ اشاعتِ اسلام کا ایک بڑا سبب کثرتِ ازدواج ہے کیونکہ سلاطین سوڈان بُت پرست قیدی عورتوں سے اسی غایت کے واسطے شادی کرتے ہیں اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں یہ عورتیں اور ان کی اولاد اشاعت اسلام کا ایک بہت بڑا سبب ہو جاتے ہیں۔ اسی کی طرف **موسیو روتان** نے اپنی بعض کتابوں میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے کہ یہ بات بہت مشکل ہے کہ جب آدمی کے سامنے اسکی عورتیں اور بچے سب ہاتھ پھیلا کر اس بات کی خواستگاری کریں کہ جو عقیدہ ہم رکھتے ہیں وہی تم بھی اختیار کرو اور پھر اُسوقت وہ اپنے کان بہرے کرلے اور علاوہ اسکے شادی ہی پہلے انصار اسلام کے وجود کا باعث ہے۔

## اشاعتِ اسلام کا پانچواں سبب

بُت پرستوں کا فطرتی طور سے مسلمانوں کی طرف مائل ہونا اور عیسائیوں سے بغض کرنا ہی **کونتا لنسون** کہتا ہے کہ چین کے اندر جس چیز نے اسلام کو نصرانیت پر بلند کیا وہ سلاطین چین کی مسلمانوں کے ساتھ رعایت وعنایت ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو ہمیشہ یہ مراتب اور القاب وغیرہ عنایت کرتے رہے ہیں اور نصاریٰ کو ان سب باتوں سے محروم رکھا ہی

---

[1] تم نکاح کرو تمہاری بڑھوتری ہوگی پس بیشک میں تمہاری (کثرت) کیساتھ اور اُمتوں پر قیامت کے روز فخر کرونگا ۱۲ [2] اے پروردگار ہمارے اور ہم دونوں کو اپنا مسلمان (فرمانبردار) بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک امت اپنی مسلمان بنا ۱۲

بعض مصنفوں نے لکھا ہے کہ اہل یورپ نے تمام چین کو اپنے پیغاموں اور نامہ بروں سے بھر دیا اور ہر ایک قسم کی آسانی اور معاونت و عنایت کے اُن سے وعدے اور معاہدے کئے اور ان یورپ کے پادریوں نے بعض چینیوں کو اپنی حمایت و حفاظت کے وعدے کر کے اپنے مذہب میں داخل بھی کر لیا۔ جسکے سبب سے وہ لوگ بعض ایسے جرائم کے مرتکب ہوئے جو قانوناً ممنوع تھے اور اہل چین کے دلوں میں عیسائیوں سے ایک عام اور سخت نفرت پیدا ہو گئی جو مثل تعصب کے ہے اور نیز اہل چین کے تعصب کی ایک یہ بات بھی ضروری ہے کہ اہل یورپ جو مساوات اور آزادی کے قائل اور مدعی ہیں سفید رنگ سے تو ایسا معاملہ کرتے ہیں جو بھائی بھائی سے کرتا ہے اور زرد رنگ سے وہ معاملہ کرتے ہیں جو آدمی اپنے خدمتگار سے کیا کرتا ہے اور گندمی رنگ سے انکا معاملہ ایسا ہے جیسا آقا اپنے غلام سے اور سیاہ رنگ کو تو بالکل مثل وحشی جانور کے سمجھتے ہیں چنانچہ انسان کا جسقدر رنگ سیاہی مائل ہوگا اُسی قدر ان لوگوں سے وہ بے نصیب اور محروم رہیگا۔ اور یہی سبب ہے کہ مشرقی اقوام ان سے از حد متنفر اور دل سے انکو بُرا سمجھتی ہیں۔

فیلکس مارٹن اپنی کتاب میں جو اُس نے جاپان کے احوال میں تصنیف کی ہے از روئے تحقیق کے لکھتا ہے کہ اہل جاپان نے تمام نصاریٰ کا استیصال کر دیا نہ وہاں کسی مبشر کو چھوڑا اور نہ کسی پادری کو اور جاپانی لوگوں میں سے جو ۲۷ ہزار عیسائی ہو گئے تھے سب کو اُنھوں نے ایک سرے سے معدوم کر دیا اور یہ بھی لکھتا ہے کہ اسوقت میں اہل جاپان کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول عام وہ بات ہے جو اہل یورپ کی ضد میں ہو اور کہتا ہے کہ اہل یورپ میں سے جو شخص جاپان گیا ہے وہ جانتا ہے کہ اہل یورپ سے اسکی عداوت کی وہی حالت ہے جو قدیم زمانہ میں تھی اور جاپان میں یورپین اس طرح رہتے ہیں جیسے دار الحرب میں یا دشمن کے شہر میں۔ اگر موجودہ جاپان اور اسکی ظاہری حالت سے پردہ اُٹھا دیا جائے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ یہ وہی قدیم سامورئی ہے

جسکا خون یورپ کی عداوت میں جوش مار رہا ہے اور اس عداوت کے اندر جاپان
چھوٹے بڑے اور امیر و فقیر سب برابر ہیں ۔

اور ہانوتا سابق وزیر خارجہ فرانس اسلام کے متعلق اپنے ایک مقالہ میں بیان
کرتا ہے کہ اسلام کی ایک شاخ چین میں پہنچی اور بہت جلد پھیل گئی چنانچہ بعض کا قول ہے
کہ چین میں بیس ملین مسلمان موجود ہیں جو عنقریب سو ملین[له] ہو جائینگے اور بجائے ساکیامونی[له]
کی پرستش کے خدائے واحد کی پرستش قائم ہو گی اور یہ بات کچھ تعجب انگیز نہیں ہے
کیونکہ معمورۂ زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کہ اسلام نے اپنی حدود قائم
نہیں کیں اور یہی وہ ایک یکتا دین ہے جسکو لوگوں نے فوج فوج اختیار کیا ہے
اور وہ یہی دین وحید ہے کہ اسکے آگے اور کسی دین کے اختیار کرنے کی طرف
میلان نہیں ہوتا ہے ۔

چنانچہ افریقہ کے صحراؤں میں دیکھو کہ داعیان اسلام بُت پرستوں میں جو قواعد
حیات اور مبادی سلوک سے بالکل معرّیٰ ہیں کس طرح قواعد اسلامی کی اشاعت کر رہے ہیں
اور اسی طرح قارہ اسیویہ میں شموب اصفر کے درمیان دین اسلامی کی اشاعت ہو رہی ہے
پھر یہ دین یعنی دین اسلام خاص یورپ یعنی آستانہ علیہ میں قائم اور ثابت الارکان ہے
جسکے استیصال سے تمام یوروپین طاقتیں عاجز آگئی ہیں اور اس رکن منیع کو جو دول
غربی اور بحار شرقی کے درمیان میں حائل ہے کچھ صدمہ نہیں پہنچا سکتیں

[له] انہیں ایام میں قاہرہ کے اندر ایک بلوچی مسلمان سوداگر آیا جو بارہا چین میں گیا تھا اور اسنے بتاکید بیان کیا
کہ چین کے مسلمان اسی ملین ہیں اور انکے علما جب یہ سنتے ہیں کہ یورپ کے لوگ انکو چالیس ملین بتلاتے ہیں تو وہ بہت
ہنستے ہیں۔ [له] ساکیامونی چین کے ایک بادشاہ کا نام ہے جو انتالیس ۳۹ سال گوشہ نشین رہ کر بہت سے علوم کا ماہر
ہوا اور اپنا نام اسنے بودھ مشہور کیا جسکے معنے نورانی کے ہیں اور اسی نے یہ مذہب ایجاد کیا ہے جو اب
چین میں رائج ہیں اور مسیح علیہ السلام سے گیارہ صدی پہلے اسکا زمانہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ سترہ صدی پہلے تھا

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ چین میں چالیس ملین مسلمان ہیں اور اہل چین میں ان کا مرتبہ بلند اور ان کی منزل عالی ہے۔

موسیو وازیلیف جو اُس نواح کی اسلامی حالت کا محقق ہے بیان کرتا ہے کہ عنقریب اسلام چین کے مذہب ساکیا مونی کی برابر ہو جائیگا اور مملکۃ سماوی کے مسلمان اس بات کا کامل اعتقاد رکھتے ہیں کہ چین میں اسلام اسقدر ترقی کریگا کہ وہاں کی قدیم دیانت زائل ہو جائے گی۔

چین کے اسلام کا مسئلہ اہم مسائل سے ہے کیونکہ چین کی آبادی ایک تہائی عالم بلکہ اس سے بھی زائد ہے تو اگر یہ سب اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے تو اُن تمام شہروں کی حالت میں ایک عظیم تغیر کا واقع ہونا لابدی ہے اور اُسوقت شرع محمدی جبل طارق سے محیط اکبر ہادی تک ممتد ہو جائے گی اور دین مسیحی خوفناک حالت میں پڑ جائے گا۔ یہ بات معلوم ہے کہ چین کے لوگ محنتی اور بڑے کام کرنے والے ہیں اگرچہ اُن کی اخلاقی حالت کمزور ہے اور اب تمام اقوام اُن کی صنعتوں سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں پس اگر ان لوگوں میں اسلامی تعصب آ گیا جو نہایت قوی اور خوفناک ہے تو پھر تمام اقوام کو اسکی جبروت وسطوت کے سامنے بجز سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا[1]۔

اور موسیو مونطیط کہتا ہے کہ یہ بات تحقیق ہو چکی کہ اسلام بلاد چینی میں بمقابلہ دیگر ادیان کے کامیاب ہونے والا ہے اور شاتلیہ کہتا ہے کہ جسنے ایشیاء بلکہ عالم کے دو بڑے ملکوں ہند اور چین میں اسلامی حالت کے اندر غور کیا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے کہ صرف اسلام ہی ان ممالک میں ترقی کر رہا ہے اور اسکے آگے یہاں کے کل مذاہب قدیمہ کمزور و ضعیف ہو رہے ہیں اور دیانت مسیحی تو ان ممالک میں بالکل جم ہی نہیں سکتی۔

[1] دیکھو کتاب موسیو دابری سنتی بہ دیانت محمدیہ فی الصین والترکستان الشرقیہ مطبوعہ پیرس ۱۸۷۸ء ۱۲

اور ایک اور یورپی محقق اسلام کی دیگر مذاہب میں فتوحات حاصل کرنے اور دیگر مذاہب کے اسکے اندر فتوحات سے محروم رہنے کو بیان کرکے کہتا ہے کہ داعیان مذہب عیسوی کے راستہ میں بلاد اسلام سے بڑھکر کوئی ایسا شہر نہیں ہے جسکے دروازے انپر بند ہوں اور جس مسلمان کو مسیحی لوگ اپنے مذہب میں داخل کرنا چاہیں اُسکی حالت کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے یہانتک کہ اگر اس مسلمان کو ہم اُس مسیحی سے تشبیہ دیں جسکو بُت پرست اپنے مذہب میں داخل کرنا چاہتے ہوں تو جب بھی یہ تشبیہ ناقص ہوگی۔ ان اسلامی فتوحات کو دیکھکر اوروں کے مُنہ میں پانی بھر آیا ہے اور اُن کے دل دھک دھک کر رہے ہیں یہانتک کہ وہ انکو خوارق سے شمار کرتے ہیں اور ان کے اسباب کی اُنہوں نے ماوراء طبیعت پر بنا کی ہے۔

دی کاستری کہتا ہے کہ اشاعت اسلام کا سب سے بڑا سبب جو میں خیال کرتا ہوں اور یہ نہیں کہتا ہوں کہ اس دین کی اشاعت کا راز معلوم کرنے کے واسطے میرا یہ خیال کافی ہے یا یہ کہ اسکے ساتھ اسباب سماوی سے بھی بحث کرنے کی ضرورت ہے بس میرے نزدیک اسکے سوا اور کچھ سمجھہ میں نہیں آتا کہ اسلام ذریّہ اسمٰعیل سے نکلکر زمین میں پھیلا ہے جیسے کہ مسیحیت اسحاق کی ذریّت سے نکلکر پھیلی ہے اور خدا نے جیسی کہ سیدہ کی اولاد میں بھی برکت عطا فرمائی ایسی ہی خادمہ کی اولاد میں بھی برکت عطا فرمائی اور ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ یہوداہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت پیشینگوئی کی تھی کہ ان کی نسل میں برکت ہوگی اور اِس بات کو مکرر کہا کہ خادمہ (یعنے ہاجرہ) کی اولاد میں برکت ہوگی اور اسکے بچّہ کی نسل بہت پھیلے گی۔ کیونکہ یہ تمہاری اولاد ہے۔ اور پھر تیسری مرتبہ یہ بھی بشارت یہوداہ نے اُس بچّہ (یعنے اسمٰعیل) کی والدہ (ہاجرہ) کو دی اور یہ بچّہ وہی ہے جسکو صحرا میں اسواسطے ڈالا گیا تھا کہ پیاسا مرجائے اور فرشتہ کا حضرت ہاجرہ پر

نمودار ہونا اور بے آب جنگل میں انکا پیاسا رہنا اور اپنے بچہ کی محبت میں گریہ وزاری کرنا نہایت پُر لطف قصہ ہے جب حضرت ہاجرہ کی مشک پانی سے خالی ہوگئی تو اُنہوں نے بچہ (اسمٰعیل) کو ایک درخت کے نیچے لٹا دیا اور آپ تھوڑی دور پانی کی تلاش میں اُدھر اِدھر پھریں اور تقریباً ایک تیر کے فاصلہ پر اپنے بچہ کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگیں کہ میں کن آنکھوں سے اپنے بچہ کو پیاسا مرتے ہوئے دیکھوں اور رونے لگیں اور بچہ ان سے پہلے ہی رو رہا تھا اُسوقت خدا کی طرف سے فرشتہ نے انکو آواز دی کہ اے ہاجرہ کیا ہے کچھ خوف اور اندیشہ نہ کر خدا نے تیرے بچہ کی آواز اُسی جگہ سے سُن لی ہے جہاں تو نے اُسکو رکھا ہے۔ پس تو کھڑی ہو جا اور اُسکو بھی کھڑا کر اور اپنے بازو کو اُسکے اُٹھانے پر مضبوط کر میں عنقریب اسکی اولاد سے بہت بڑی اُمّت پیدا ہوگی میرا ہاتھ کانپنے لگا جبکہ میں نے کتاب مقدس سے پردہ اُٹھانے کی جرات کی یعنی اُن آیات کا نقل کرنا جو اُس میں مسطور ہیں اور اگر یروغلی کا یہ قول نہ ہوتا کہ اسلام کا تقدس اُس بشارت کے اندر مندرج ہے جو مسلمانوں کے باپ کو دی گئی ہے تو میں ہرگز اُن آیات کے اسلام سے مطابق کرنے کی جرأت نہ کرتا اور نہ اس بات کی طرف جاتا کہ اس دین کی اشاعت میں اسرار ربّانیہ میں سے ایک راز ہے۔

یہ بیان ختم ہوا جو اس فصل کے متعلق ہم نے لکھنا چاہا تھا اور اس سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ اسلام کا زمین میں بہت بڑا حصّہ ہے اور اسکی زمین کو اسکے دشمن چھین نہیں سکتے اور نیز مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور ان کی فطرتی صفات پسندیدہ اور قومیہ ہیں اور ان کی دینی جامعیت نہایت عظیم الشّان ہے اور انکی تعداد روز بروز حیرت انگیز ترقی کر رہی ہے جسکی مثال دیگروں میں نہیں پائی جاتی۔ پس جبکہ یہ بات ہے تو اسلام کا راس المال دونوں طبعی اور ضروری اصلوں میں سے زمانۂ آئندہ کے واسطے بہت بڑا ہے جو دوسروں کے واسطے متصوّر نہیں ہوسکتا اور جو

امور کسبی اور اسباب وضعی کہ اسوقت اس میں موجود نہیں ہیں زمانہ اسکو اُنکے حاصل کرنے پر خود بخود مجبور کرے گا۔ یہ خود چاہے یا نہ چاہے اوس غایت کو پہنچ جائیگا جو سعادت و بلندی اور بزرگی سے خداوند تعالیٰ نے اسکے واسطے مقدر کی ہے کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

لِی فِی ضَمِیرِ الدَّهرِ سِرٌّ کَامِنٌ ۔۔۔ لَا بُدَّ اِن تَستَلَّہ الاَقدَارُ

# دوسری فصل اسباب انحطاط

## جہالت

انحطاطِ اُمم اور اُنکے ارتقا کے اسباب میں اہلِ علم و عقل دو فریق ہو گئے ہیں۔

پہلا فریق یہ کہتا ہے کہ اقوام کا ارتقاع اور انحطاط انسانی عمر کے مختلف دوروں سے بہت مشابہ ہے نہ ارادہ اُسکو نفع کرتا ہے نہ صنعت اُسکو نقصان پہنچاتی ہے جب چلنے پھرنے کا وقت آتا ہے تو وہ خود بخود چلنے لگتا ہے اور جب بولنے کا وقت آتا ہے تو آپ ہی آپ بولتا ہے اور یہ تمام رفتار اُس ناموسِ طبعی سے ہوتی ہے جو کواکب کو اُنکے افلاک میں چلا رہی ہے اور بیشک یہ موجودہ جمعیت گزشتہ طویل آمد کا نتیجہ ہے اور یہ اپنے ساتھ اُن تمام تحولات اور اطوار کو لئے ہوئے ہے جنکا اسکی ترقی اور انحطاط میں اسپر گزرنا ضروری ہے اور اسی سبب سے یہ جمعیت مثل ایک شخص کے ہے جو ایک سن کو نہیں پہنچتا ہے جبتک کہ وہ دورہ اسپر نہیں گزر لیتا جو اسکو پہلے سن سے جدا کرنے والا ہے اور اس رفتار میں انسان کی تاثیر ایسی ہے جیسے طبیب کی تاثیر مرض کی رفتار میں ہوتی ہے یعنے نہایت ضعیف ہے اور قابل ذکر نہیں ہے۔

دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ اقوام مثل پگھلے ہوئے موم کے ہیں جو قالب میں

چاہو اُن کو ڈھال لو اور جس صورت میں چاہو متصوّر کرلو اور ارادہ اسکی قلب ماہیت میں وہی تاثیر رکھتا ہے جو اکسیر تانبے کو سونا بنانے میں رکھتی ہے۔ اس فریق کے لوگ اُستادانِ حکمت مثل ارسطو و افلاطون و لینبیز و لیکواغ وغیرہ ہیں اور ہمکو اس موقع پر اس بات کی ضرورت نہیں رہی ہے کہ ایک فریق کی دوسرے پر ترجیح کے متعلق بحث کریں کیونکہ جاپان ایک ایسی نظیر ہے کہ اب اس میں دو آدمیوں کے اختلاف کرنے کا موقع ہی نہیں رہا ہے۔

کبار حکمار کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ اقوام کا ارتفاع و انخفاض ارادہ کے ساتھ ہے مگر وہ آلہ کہ جو انکو مرتفع یا منخفض کرنے والا ہے اُسکی نسبت اُنہوں نے اتفاق کیا ہے کہ وہ علم یا جہل ہے۔

لینبیز حکیم کہتا ہے کہ اگر تعلیم کا کام میرے سپرد ہوتا تو میں ایک صدی سے بھی کم مدت میں یورپ کی حالت بدل دیتا اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر ہم نظر کو گہرا کریں تو دیکھ لینگے کہ لوگوں میں سے فیصدی نوّے فضلاء ہیں یا رذیل لوگ ہیں نفع پہنچانے والے ہیں یا نقصان کرنے والے اُس تعلیم کے سبب سے جو اُنہوں نے حاصل کی ہے اور جو فرق کہ اُنکے اندر ہے تو اُسکا سبب وہی تعلیم ہے۔

وبدرو کہتا ہے کہ اقوام کی ترقی یا انحطاط کی علۃ العلل علم یا جہل ہے اور سوا اسکے جسقدر اسباب ہیں وہ سب اسباب ثانویہ اور علل جزئیہ ہیں جو اسی علۃ العلل کی طرف رجوع کرتی ہیں۔

حالتِ عمرانی میں غور کرکے ہم کو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علم ہی وہ علت ہے جسکے ذریعہ سے ایک قوم دوسری قوم پر غالب ہوتی ہے اور جہل ایک فریق کے دوسرے فریق سے مغلوب ہونے کا سبب ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ زمین ایک ہی ہے اگرچہ اُسکے ممالک کے مختلف نام اور اُسکے مواضع کے مختلف رنگ ہیں مگر وہ ایک

ہی لبیط ہی آباد اور غیر آباد مقامات سب اُسکے اندر ہیں اور تمام اقوام اسکے اندر ایک ہی قوم کی مثل ہیں قوی اور ضعیف سب اسکے اندر برابر ہیں۔

انسان کی جبلت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ یہ اپنے نفس کیواسطے عیش و خوشی چاہتا ہے چاہے اس میں تمام زمین کے لوگ ہلاک ہو جائیں سہل بن ہارون بخیل کہتا ہے کہ میرے پاس وہ مال ہے جو لوگ نہیں لے سکتے کیونکہ اگر وہ لے سکتے تو میرے گھر کی ایک ایک اینٹ لیجاتے۔ پس اسی سبب سے لوگوں میں نزاع اور جھگڑے واقع ہوئے جو در اصل جنگ بے شمشیر ہیں اور ہر ایک اپنے واسطے عیش و آسائش چاہتا ہے اور اپنی قوت کے ساتھ دوسرے سے اُسکے چھیننے پر حرص کرتا ہی اور اس مخمصہ میں کمزور ہلاک اور زبردست زندہ رہتے ہیں اور اسی اندیشہ سے ہر شخص کو اس بات کی ضرورت ہوئی کہ وہ اپنے اقران سے زبردست بنے پس پہلے زمانہ میں لوگوں نے قوت جسمیہ کے ترقی دینے کی طرف کوشش کی یہانتک کہ جب عقل کی بلندی کا زمانہ آیا اور قوت عقلی نے قوت جسمی کو مٹا دیا تب لوگ قوت علمی کے حاصل کرنے کی طرف دوڑے۔ اسی سبب سے ایک عالم سیاسی کا قول ہے کہ جاہل اس زمانہ میں ایسا ہے جیسے پہلے زمانہ میں ناتواں ہوتا تھا اور اب اس زمانہ میں وہی زیادہ قوت والا ہے جو زیادہ علم رکھتا ہی اور وہی اپنے دشمن پر غالب اور فتحیاب ہوتا ہے۔

یہ نزاع بعض اوقات ظاہر اور بعض اوقات پوشیدہ ہوتی ہے یعنی جب ایک قوم اپنے آلات جدیدہ حربیہ اور تعداد کثیر کے ساتھ دوسری قوم پر غالب ہوتی ہی اُسوقت یہ نزاع ظاہری ہے اور جب باہم وسائل حیات کے متعلق مناظرہ ہوتا ہے اُسوقت یہ نزاع مخفی ہوتی ہے پس اقوام در اصل لڑنے والے لشکر اور دست و گریباں ہونے والے رقیب ہیں۔ لشکر لشکروں سے جنگ کرتے ہیں اور تاجر تاجروں سے اور کاریگر کاریگروں سے اور کاشتکار کاشتکاروں سے غرضکہ تمام افراد بشر میں یہی

جنگ جاری ہے اور جیسے کہ جب ایک لشکر دوسرے لشکر سے جنگ کرے اور اُن میں سے ایک کے پاس میکسیم گن اور دوسرے کے پاس تیر و کمان ہو تو میکسیم گن والا ہی غالب ہوگا اسی طرح تمام نوع کو قیاس کرلینا چاہیئے اور جسقدر کہ اُمت کے کل طبقات میں علم کی وسعت ہوگی اُسی قدر اُسکا مجموعہ دوسری اُمتوں پر غالب ہوگا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اُس میں سے ایک فرد علمی سے انحطاط میں ہو اور اُسکے انحطاط سے اثر نہ پیدا ہو مثلاً اگر ایک مچھر بڑے جہاز کے کنارہ پر بیٹھ جائے تو ضرور اُسکو بھاری کرکے جھکا دیگا اگرچہ ہمارا شعور اسکا ادراک نہیں کرسکتا ہے۔ اور اگر ہم اُمت کو ایک شخص سے تشبیہ دیں تو نظارت مالیت اُسکی مالیت ہوگی اور داخلیت اُسکی داخلیت اور معارف اُسکا علم ہوگا پس جو اُمت کہ ثروت زیادہ رکھتی ہے اور معارف میں اُسکا حصہ قلیل ہے وہ اُس شخص کی مثل ہے جو مال رکھتا ہے مگر علم نہیں رکھتا کچھ عرصہ نہ گزریگا کہ سارا مال یہ شخص گم کردیگا۔

اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ اُمت کے تمام احوال اُسکے اشخاص کی علمی و جہلی حالت پر موقوف ہیں۔ اگر اشخاص کی علمی حالت درست ہے تو اُمت کا حال بھی بہتر ہوگا اور اگر اشخاص کی علمی حالت بہتر نہیں ہے تب اُمت کی بدنصیبی میں کچھ شک نہیں اور یہی مضمون قرآن شریف میں وارد ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ[1] اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ اور فرماتا ہے۔ وَمَا[2] كَانَ رَبُّكَ لِیُهْلِكَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ۔ اور فرماتا ہے۔ وَمَا[3] اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ۔

---

[1] بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جبتک کہ وہ آپ اپنی حالت نہیں بدلتی۔

[2] اور تمہارا مالک ایسا نہیں تھا کہ شہروں کو ظلم سے ہلاک کردیتا باوجودیکہ اُسکے رہنے والے نیک لوگ ہوتے ہیں ۱۲

[3] اور انکو جو مصیبت پہونچی وہ اُنہیں کاموں سے پہنچی جو تمہارے ہاتھوں نے کئے ۱۲

اور فرماتا ہے ذٰلِکَ بِاَنَّ اللہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَھَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ
اور جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کَمَا تَکُوْنُوْا یُوَلّٰی عَلَیْکُمْ اور اسی مضمون کے مطابق ایک حکیم کا قول ہے کہ ہر قوم کو وہی حکومت دیجاتی ہے جسکی وہ مستحق ہے۔
اور فولیٹر کا قول ہے کہ جس قوم پر ظلم واقع ہوتا ہے وہ اُسکی جہالت کی سزا ہے۔
اور بیان متقدم سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ جو لوگ انحطاط اُمم یا اُنکے ارتفاع کے بہت سے اسباب شمار کرتے ہیں وہ سب علۃ اولیٰ کے جو علۃ العلل ہے اسباب ثانویہ ہیں اور علت اولیٰ وہی جہل یا علم ہے +
جو شخص اس سبب کو صرف حکومت میں محصور کرتا ہے ہم اُس سے کہتے ہیں کہ حکومت استعداد اُمت کے موافق ہوتی ہے اور اگر شاذونادر اسکے بغیر ہو جائے تو اُسپر حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ اُس میں کچھ فائدہ ہی نہیں ہے ہم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات ایسی حکومت پیدا ہو جاتی ہے جو اُمت کی حیثیت سے بہت زیادہ ہوتی ہے اور کچھ دور نہیں ہوتا کہ اُس حکومت کے قائم کرنے والے کے مرتے ہی یا دیگر بواعث سے اس حکومت کے تمام فوائد معدوم ہو جائیں۔
اور اسی طرح ہم اُس شخص کو بھی جواب دیتے ہیں جو انحطاط کا سبب اُمت میں عقائد فاسدہ کا ظہور بتلاتا ہے جنکو لوگ دین میں داخل سمجھتے ہیں حالانکہ وہ دین سے کچھ تعلق نہیں رکھتے کیونکہ اسکا باعث بھی دین سے ناواقف اور جاہل ہونا ہے اسی طرح اور اسباب کو بھی خیال کر لینا چاہیئے۔
عالم وجود میں علم کے دو سرچشمہ ہیں ایک انبیاء دوسرے حکماء یعنے علم دین اور علم حکمت ان دونو سے جاری ہوئے ہیں۔ اب پہلے ہم اسکو دین سے بیان کرنا شروع کرتے ہیں پھر اگر فروعات کی تفصیل کرنی چاہینگے تو حکمت کا بیان بھی شروع کرینگے۔

لہ یہ اس سبب سے ہے کہ خداوند تعالیٰ کسی نعمت کو جو اُسنے کسی قوم پر کی ہو بدلنے والا نہیں ہے یہانتک کہ وہ اپنی حالت بدلیں

ابن مسکویہ کہتا ہے علی الاطلاق سعادت کی تحصیل حکمت سے ہوتی ہے
اور حکمت کے دو جز ہیں ایک نظری اور ایک عملی۔ حکمت نظری سے تو آرائ صحیحہ کی تحصیل
ممکن ہوتی ہے اور حکمت عملی سے اُس ہیئت فاضلہ کو حاصل کیا جاتا ہے جس سے
افعال جمیلہ صادر ہوتے ہیں اور انہیں دونوں امور کے واسطے خداوند تعالیٰ نے انبیاؑ
علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے تاکہ لوگوں کو ان کی تعلیم دیں اور عمل کرائیں۔ انبیا علیہم السلام
نفوس کے اطبار ہیں اسقام جہالت کا آداب حق کے ساتھ معالجہ کرتے ہیں اور معجزات کی
بین حجت اُنکو دکھلاکر اپنی پیروی کی طرف اُنکو بلاتے ہیں پس جسنے اُنکی پیروی کی اور اُنکی حجت
کو تسلیم کرلیا وہ صراط مستقیم پر آگیا اور جسنے اُنکی مخالفت کی وہ جہنم کے گڑھے میں گر پڑا
پھر جو شخص یہ چاہے کہ انبیاء کے دعویٰ کی صحت نظر صحیح سے معلوم کرے تو یہ حکماء کے
ذریعہ سے اُسکو معلوم ہوگی۔

کوئی کہنے والا یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ دین اور علم میں تباین ہے اور ایک دوسرے
کی نفی کرتے ہیں کیونکہ یہ بات صحیح نہیں ہے اور یہ شہادت ان لوگوں میں اس سبب سے
پیدا ہوئی کہ اُنھوں نے دین سے اُن باتوں کو حاصل کیا جو اُس میں سے نہیں ہیں یا اسکی
مقاصد اور معنے میں ان سے خطا واقع ہوئی ہے۔ اس زمانہ کا شیخ الفلاسفہ ہربرٹ سپنسر
اپنی کتاب التربیت والتعلیم میں کہتا ہے کہ علم اُن اوہام کا دشمن ہے جو لوگوں میں دین
کے نام سے متداول ہیں نہ کہ اُس دین حق کا دشمن ہے جسکو ان اوہام نے نگاہوں
سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ ہاں علم متداول میں سے کچھ ایسا بھی پایا جاتا ہے جسکا دین سے
مناقضہ اور معادات ہے مگر یہ بھی اُسی علم کی قبیل سے ہے جسکا اکثر حصہ وہم ہے
کیونکہ وہ علم حقیقی جو وراء حقائق اشیاء میں غوص کرتا ہے دین کے مناقض نہیں
ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ فلسفہ جدیدہ کے امام باقون کا قول
ہے کہ تھوڑا علم خدا سے دور کرتا ہے اور زیادہ علم اُس سے قریب کرتا ہے اور

ایک بڑے حکیم بکسلے کا قول ہے کہ علم اور دین مثل دو جوڑواں بچوں کے ہیں اور انکو جدا کرنا ان کی موت کا باعث ہے کیونکہ علم جبھی ترقی کرتا ہے جبکہ وہ دینی ہوتا ہے اور وہی دین ثابت رہتا ہے جو علمی ہوتا ہے اور فلاسفہ کے اہم آثار جو اُن کے افکار کا نتیجہ ہیں۔ درحقیقت دینی روش رکھتے ہیں۔

اور اگر ہم تمام رؤسا حکماء اور اساطین فلسفہ کا تتبع کریں جیسے کہ سقراط اور افلاطون وارسطو سے لیکر کانت اور ڈیکارٹ اور لینبیز وغیرہ تک ان سب کو ہم اہل دین ہی میں سے پائینگے اور اگرچہ یہ لوگ اس اسم کے ساتھ موسوم نہیں ہیں کیونکہ یہ لوگ دین کا اعتقاد رکھنے اور اُس حکمت کے موافق متخلق ہونے ہیں جسکا دین نے حکم فرمایا ہے کارلیل فیلسوف اپنی کتاب ہیرو میں کہتا ہے کہ جرمنی کے بڑے شاعر جوتی کے سامنے جب اسلام کی تعریف کی گئی تو اُس نے کہا کہ اگر یہی اسلام ہے تو پھر ہم سب اسی میں زندگی کیوں نہ بسر کریں۔ پھر کارلیل نے کہا کہ ہاں ہم میں سے جو شخص زندگانی میں فضیلت اور کمال سے حصہ رکھتا ہے وہ اُسی میں زندگی بسر کرنے والا ہے۔

دیکھ لو کہ سقراط کے اس قول میں کہ اے لوگو تم پر واجب ہے کہ تم اس بات کو جان لو کہ تمہارا معبود ایک ہے اور مسیح کے اس قول میں جو انجیل میں انہوں نے فرمایا ہے کہ اور یہی ابدی زندگانی ہے کہ لوگ اس بات کو جان لیں کہ تو ہی معبودِ واحد حق ہے اور خداوند کے اس فرمان میں کہ اے رسول کہہ دو کہ وہ خدا ایک ہے۔ کچھ فرق نہیں ہے۔

اور دین کی جن اصول حقیقیہ اور قواعد عامہ میں تحریف کی گئی ہے تو دین اُن سب سے بری ہے اور یہی اصول عامہ سعادت کی جڑ ہیں اور جیسے کہ ان اصول میں دین حکمت سے مختلف نہیں ہوتا ہے ایسے ہی انکے اندر ایک دین دوسرے دین سے بھی مختلف نہیں ہے

ابن مسکویہ کہتا ہے علی الاطلاق سعادت کی تحصیل حکمت سے ہوتی ہے اور حکمت کے دو جز ہیں ایک نظری اور ایک عملی۔ حکمت نظری سے تو آراء صحیحہ کی تحصیل ممکن ہوتی ہے اور حکمت عملی سے اُس ہیئت فاضلہ کو حاصل کیا جاتا ہے جس سے افعال جمیلہ صادر ہوتے ہیں اور انہیں دونوں امور کے واسطے خداوند تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے تاکہ لوگوں کو ان کی تعلیم دیں اور عمل کرائیں۔ انبیاء علیہم السلام نفوس کے اطباء ہیں اسقام جہالت کا آداب حق کے ساتھ معالجہ کرتے ہیں اور معجزات کی بین حجت اُنکو دکھلاکر اپنی پیروی کی طرف اُنکو بلاتے ہیں پس جسنے اُنکی پیروی کی اور اُنکی حجت کو تسلیم کرلیا وہ صراط مستقیم پر آگیا اور جسنے اُنکی مخالفت کی وہ جہنّم کے گڑھے میں گر پڑا پھر جو شخص یہ چاہے کہ انبیاء کے دعویٰ کی صحت نظر صحیح سے معلوم کرے تو یہ حکماء کے ذریعہ سے اُسکو معلوم ہوگی۔

کوئی کہنے والا یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ دین اور علم میں تباین ہے اور ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں کیونکہ یہ بات صحیح نہیں ہے اور یہ شہادت ان لوگوں میں اس سبب سے پیدا ہوئی کہ اُنہوں نے دین سے اُن باتوں کو حاصل کیا جو اُس میں سے نہیں ہیں یا اسکی مقاصد اور معنے میں ان سے خطا واقع ہوئی ہے۔ اس زمانہ کا شیخ الفلاسفہ ہربرٹ بنسر اپنی کتاب التربیۃ والتعلیم میں کہتا ہے کہ علم اُن اوہام کا دشمن ہے جو لوگوں میں دین کے نام سے متداول ہیں نہ کہ اُس دین حق کا دشمن ہے جسکو ان اوہام نے نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ ہاں علم متداول میں سے کچھ ایسا بھی پایا جاتا ہے جسکا دین سے مناقضہ اور معادات ہے مگر یہ بھی اُسی علم کی قبیل سے ہے جسکا اکثر حصہ وہم ہے کیونکہ وہ علم حقیقی جو وراء حقائق اشیاء میں غوص کرتا ہے دین کے مناقض نہیں ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ فلسفہ جدیدہ کے امام باقون کا قول ہے کہ تھوڑا علم خدا سے دور کرتا ہے اور زیادہ علم اُس سے قریب کرتا ہے اور

ایک بڑے حکیم نکسلے کا قول ہے کہ علم اور دین مثل دو جوڑواں بچّوں کے ہیں اور انکو جدا کرنا ان کی موت کا باعث ہے کیونکہ علم جبھی ترقی کرتا ہے جبکہ وہ دینی ہوتا ہے اور وہی دین ثابت رہتا ہے جو علمی ہوتا ہے اور فلاسفہ کے اہم آثار جو اُن کے افکار کا نتیجہ ہیں۔ درحقیقت دینی روش رکھتے ہیں۔

اور اگر ہم تمام رؤسا حکما اور اساطین فلسفہ کا تتبع کریں جیسے کہ سقراط اور افلاطون وارسطو سے لیکر کانٹ اور ڈیکارٹ اور لینبیز وغیرہ تک ان سب کو ہم اہل دین ہی میں سے پائینگے اور اگرچہ یہ لوگ اس اسم کے ساتھ موسوم نہیں ہیں کیونکہ یہ لوگ دین کا اعتقاد رکھتے اور اُس حکمت کے موافق متخلق ہوتے ہیں جسکا دین نے حکم فرمایا ہے کارلیل فیلسوف اپنی کتاب ہیرو میں کہتا ہے کہ جرمنی کے بڑے شاعر جوتی کے سامنے جب اسلام کی تعریف کی گئی تو اُس نے کہا کہ اگر یہی اسلام ہے تو پھر ہم سب اسی میں زندگی کیوں نہ بسر کریں۔ پھر کارلیل نے کہا کہ ہاں ہم میں سے جو شخص زندگانی میں فضیلت اور کمال سے حصہ رکھتا ہے وہ اُسی میں زندگی بسر کرنے والا ہے۔

دیکھ لو کہ سقراط کے اس قول میں کہ اے لوگو تم پر واجب ہے کہ تم اس بات کو جان لو کہ تمہارا معبود ایک ہے اور مسیح کے اس قول میں جو انجیل میں انہوں نے فرمایا ہے کہ اور یہی ابدی زندگانی ہے کہ لوگ اس بات کو جان لیں کہ تو ہی معبودِ واحد حق ہے اور خداوند کے اس فرمان میں کہ اے رسول کہہ دو کہ وہ خدا ایک ہے۔ کچھ فرق نہیں ہے۔

اور دین کی جن اصول حقیقیہ اور قواعد عامہ میں تحریف کی گئی ہے تو دین اُن سب سے بری ہے اور یہی اصول عامہ سعادت کی جڑ ہیں اور جیسے کہ ان اصول میں دین حکمت سے مختلف نہیں ہوتا ہے ایسے ہی انکے اندر ایک دین دوسرے دین سے بھی مختلف نہیں ہے

بلکہ کل ادیان انکے اندر برابر ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے قُولُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ[1] اور فرماتا ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ[2]۔ جب یہ بات روشن ہوگئی کہ علم اور دین میں اختلاف نہیں ہے تو اب ہم ان میں سے ہر ایک کی ماہیت بھی بیان کرتے ہیں۔

علم صرف انہیں چند ابواب محفوظہ کا نام نہیں ہے جنکے حاصل کرنے والوں کو آجکل مسلمانوں میں علماء کہتے ہیں بلکہ علم کا میدان اس سے کہیں وسیع اور کشادہ ہے اور اُس سے مراد تمام حقائق وجود کی معرفت ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں ایک حکمت نظری اور ایک حکمت عملی۔ پھر حکمت نظری کی تین قسمیں ہیں ایک علم الٰہی اور یہ وہ ہے کہ جسکی طرف وجودِ خارجی اور تعقل الی المادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایک قسم علم طبعی ہے یعنی اُن چیزوں کا علم کہ جنکی طرف وجود خارجی اور تعقل میں ضرورت ہوتی ہے اور حکمت علمیہ کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک علم اخلاق ہے یعنے مصالح شخصی کا علم اور ایک قسم تدبیر منزل ہے یعنی مصالح خاندانی کا علم۔ اور ایک قسم علم سیاست یعنی مصالح اُمّت کا علم۔ اور ان اقسام میں سے ہر ایک قسم کے اندر بہت سے علوم مشتمل ہیں مثلاً ریاضی کے اندر علم حساب اور ہندسہ اور جبر اور ہیئت وغیرہ داخل ہیں

[1] کہہ دو کہ ہم خدا پر اور اُس کتاب پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب کی اولاد پر نازل کی گئی اور جو کہ موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئی اور جو نبیوں کو اُنکے پروردگار کی طرف سے دی گئیں ہم سب پر ایمان لائے ہیں اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ہم اُسکے واسطے اسلام لانے والے ہیں ۱۲

[2] دین ملّت ہے تمہارے باپ ابراہیم کی اُسی نے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے ۱۲

اور طبیعی کے اندر علم کیمیا اور علم طب اور علم نباتات و حیوانات و جغرافیہ و زراعت وغیرہ
شامل ہیں بلکہ ان اقسام میں سے ہر ایک قسم بہت سے علوم کا مجموعہ ہے جیسے ریاضی کہ اُسکے
اندر تشریح اور جراحی اور کحالت داخل ہے اور اسی طرح کل اقسام کو خیال کر لینا چاہیئے
اور اگر تم اُن علوم کو شمار کرو جن پر آجکل انسانی کاروبار کا مدار ہے تو ہزار علوم
تک اُن کا شمار پہنچ جائے گا۔

ان علوم میں سے ہر ایک کا ایک خاص وظیفہ یعنی کام ہے جو دوسرے علم سے نہیں
نکل سکتا ہے اور اجتماع کے اندر ان کی مثال ایسی ہے جیسے جسم کے اندر اعضاء کہ
آنکھ کان سے بے پرواہ نہیں ہے اور نہ ہاتھ پیر سے بے پرواہ ہے اسی طرح سب
علوم کو قیاس کر لینا چاہیئے۔ پس علم الٰہی یا فلسفہ اولیٰ درحقیقت تمام علوم کی جڑ ہے رینان
نے سید جمال الدین سے مشرقی مدارس کے نتیجہ خیز نہ ہونے کی بابت دریافت کیا کہ قدیم
و جدید مدارس سب ہی اس آفت میں مبتلا ہیں اسکا کیا سبب ہے، تو سید صاحب نے جواب
دیا کہ اسکا سبب اُن مدارس میں فلسفۂ اولیٰ کی عدم تعلیم ہے کیونکہ تمام علوم مثل موتیوں کے
ہیں اور فلسفۂ اولیٰ تاگے کی مثل ہے اگر تاگا نہ ہو تو موتی بکھر ہی جائینگے۔

علم طبیعی اور ریاضی دونوں حصول رزق کے دروازے اور مدنیت کا زینہ ہیں اور آج ترقی کرنیوالی
اقوام میں جو حرکت ہم دیکھ رہے ہیں وہ انہی دونوں علموں سے صادر ہوئی ہے۔

اور علم اخلاق نفس کی طب ہے، اور بڑی تعجب کی یہ بات ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان کے بدن
میں ایک دُمل ہو جاتا ہے تو وہ اُسکے علاج میں ازحد کوشش کرتا ہے اور اگر اُسکے نفس
میں بیس دُمل ہوتے ہیں تو اُنکے علاج کی طرف متوجہ نہیں ہوتا چاہے حقیقت میں اسکو
انکے آلام سے بیحد تکلیف ہی کیوں نہ پہنچ رہی ہو اور اسکا سبب اسکے سوا اور کچھ نہیں
ہے کہ یہ طب مسلمانوں میں سے آجکل گم ہو گئی ہے اور غیر قوموں میں نشو و نما کر رہی ہے،
چنانچہ تم دیکھ لو کہ اُنہوں نے صرف ایک مرض ارادہ کے متعلق متعدد بسٹو کتابیں تصنیف کر دی ہیں

علم اخلاق کا ملکہ نفس کے اندر ایسا ہونا چاہئے جیسے کہ نحو کا ملکہ زبان میں ہوتا ہے یہانتک کہ انسان کے احوال قواعد اخلاق کے مطابق بلا تکلف واقع ہونے لگیں۔ پس اُسوقت یہ عالم ہوگا کہ انسان سے ہر کام خود بخود بزرگانہ صادر ہوگا اور اقوال میں حق اور نفس پر اعتماد وغیرہ فضائل اسکی طبعی فضائل بنیں گے۔

تدبیر خانہ کا علم سعادت اُمّت کے واسطے نہایت اہم اور ضروری امور سے ہے کیونکہ گھر[۱] پہلا مدرسہ ہے اور اسکے بعد مدرسۂ تعلیم اور پھر مدرسۂ دنیا ہے۔ پس اگر پہلے کا عمل دوسرے کی ضد ہوا تو نفس ان دونوں کے بیچ میں ضائع ہوجائے گا جیسے کہ ایک محکوم کی عقل دو مختلف حاکموں کے درمیان میں ضائع ہوجاتی ہے۔

اور سیاست کا علم اجتماع انسان کی طب ہے اور اسکی جہالت انجام کار شقاوت انسان کی باعث ہوتی ہے۔ لوبُون کہتا ہے تم کسی شخص کو ایسا نہ دیکھوگے کہ اُسنے علم نجوم یا علم جبر نہ پڑھا ہو اور پھر وہ مسائل نجوم یا معضلات جبریہ سے بحث کرے اور نہ ہم ایسا شخص دیکھتے ہیں کہ جسنے علم تشریح حاصل نہ کیا ہو۔ اور پھر عروق مقطوعہ میں ٹانکے لگائے۔ مگر ہاں ایسے لوگ ہم بہت دیکھتے ہیں کہ جنکو علم سیاست میں مطلق وقوف نہیں ہے ولیکن وہ اپنے آپکو سیاست کا بہت بڑا ماہر اور واضع قوانین سمجھتے اور نوامیس کے طریقہ ایجاد کرتے ہیں اور اُن خطرات سے غافل رہتے ہیں جو انکے اعمال سے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ جاہل طبیب کی خطا کا اثر ایک ہی شخص پر ہوتا ہے اور ناواقف سیاست کی خطا سے تمام قوم برباد ہوجاتی ہے۔ اسی طور پر تمام علوم و فنون کو قیاس کرلینا چاہئے۔

اور نیز دین بھی وہ چیز نہیں ہے کہ جسکو لوگ محض حرکات بدنیہ کا مجموعہ خیال کرتے ہیں یا ایسی حکایات کا مجموعہ سمجھتے ہیں کہ جنکے ادراک سے عقل قاصر رہتی ہے۔ نہیں بلکہ دین خلق کو

---

[۱] بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بڑی عمر میں مبادی کا تبدیل کرنا بہت مشکل ہے جیسے کہ خشک لکڑی کو جو ٹیڑھی ہو سیدھا نہیں کرسکتے ہیں لہذا بہتر یہی بات ہے کہ چھوٹی عمر میں اُن مبادی کو تعلیم کے اندر داخل کیا جائے ۱۲

حق کی طرف ارشاد کرتا اور دینی قواعد کے ساتھ ہر ایک ایسی چیز کی طرف ہدایت کرتا ہو جسمیں
اُن کے واسطے سعادت ہو۔ مگر دین علم سے اس بات میں ممتاز ہے کہ یہ دونوں سعادتوں
کا جامع ہے دنیا کی سعادت کا بھی اور آخرت کی سعادت کا بھی - اور علم صرف فضیلت
میں رغبت دلاتا ہے اور دین اسپر غالب ہوتا اور اسی پر ثواب و عقاب کی ترتیب دیتا ہے
دین کا مقصود بآسانی سمجھ میں آنے اور اُسکے احکامات سے نفع حاصل کرنیکے واسطے اطور
تمثیل کے ہم بیان کرتے ہیں کہ کتاب سماوی یعنے قرآن شریف علم و حکمت کی کتاب ہی
اور ہم اسکو اپنے ذہن میں اُنہیں اقسام پر تقسیم کرتے ہیں جنکا علم کی تقسیم میں ذکر ہو چکا
ہے تو قسم الہیات کا بیان ہم اس میں ایسا اعلیٰ درجہ کا پاتے ہیں کہ انسان سے ایسا بیان ممکن
نہیں ہے اور نہ اُس جیسی تعبیر و تمثیل تک انسان پہنچ سکتا ہے حکیم سنسبر کتاب مبادی اولی
میں کہتا ہے کہ ہم دین میں ایک بہت بڑی فضیلت یہ پاتے ہیں کہ یہ پہلی چیز ہے جسنے خدا کو
بتلایا ہے اور ہر ایک زمان و مکان میں یہ اسکا اعلان کرتا رہا ہے - پھر ہم دیکھتے ہیں کہ
اگرچہ دین نے قسم ریاضیات و طبعیات سے تعرض نہیں کیا ہے مگر عالم اکوان میں نظر
کرنے کی آمادگی کے ضمن میں ان پر بھی آمادہ کیا ہے اور ایسے ہی اسنے وہ عبادات
قائم کی ہیں جو نفوس کے اندر توحید کو زندہ کرتی ہیں اب رہے اخلاق اور تدبیر منزل
اور سیاست مدنیہ وغیرہ تو ان کی تعلیم دین نے ایسی کی ہے کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں
اور اسکی عمومیات ہی وہ اصول ہیں جنکی فروعات حکماء نے ان ابواب میں بیان کی ہیں
اور جہلاء جو یہ کہتے ہیں کہ دین کے بعض احکام مدنیت اور سیاست کے خلاف ہیں یہ صرف
ان کی خطا اور ان کا وہم ہے - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مدت تک یہ لوگ اُن باتوں کا
انکار کر کے آخر کو مجبوراً اُنہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں -

جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ انحطاط کا باعث جہل اور ارتقاء کا سبب علم ہے تو اب
اسبات میں کچھ اختلاف نہیں رہا کہ اُمت اسلامی کے انحطاط کا سبب جہالت ہے

اور اگر ہم ایک نظر مسلمانوں کے احوال پر ڈالیں تو اس جہل کی مقدار اور اسکے بُرے آثار اُنکے اندر ہم کو معلوم ہو جائینگے ؎

ہم یہ بات کہہ چکے ہیں کہ علم کے دو دروازے ہیں - دین اور حکمت - اب دین کے متعلق مسلمانوں کی یہ حالت ہی کہ اگر ہم اکثر مسلمانوں کے عقائد اور اخلاق اور احکام پر نظر ڈالیں تو ہر ایک قرآنی عقیدہ اور دینی خلق کے ساتھ ایک دوسرا عقیدہ اور دوسرا خلق دیکھیں گے - جو راہِ راست پر چلنے کے مخالف ہوگا - اگر پہلا بلندی کا آلہ ہی تو یہ انحطاط کا آلہ ہوگا -

دین کی غایت صرف اُسکی طرف انتساب ہی نہیں ہے کیونکہ یہ انتساب نہ خیر کی ہدایت کرتا ہے نہ شر کو دفع کرتا ہے بلکہ تمام احکام دین پر عمل کرنا اور اُن سے نفع اُٹھانا ہی وہ چیز ہے جو انسان کو درجۂ کمال میں پہنچا سکتا ہے - دین کی مثال طب کی سی ہے کیونکہ مریض صرف یہ خیال کر لینے سے کہ طب نافع ہے اپنے مرض سے تندرست نہیں ہوتا ہے بلکہ تندرستی اُسکو اسوقت حاصل ہوتی ہے جب وہ طب کا استعمال کرتا اور اُسکے اوامر و نواہی کو عمل میں لاتا ہی اور اسی سبب سے تمام ادیان نے اس حقیقت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے پر حرص کی ہی - خداوند تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّمَا[1] الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ -

اور انجیل شریف میں وارد ہے کہ جو لوگ مسیح کو یا سیّدی یا سیّدی کہتے ہیں وہ خدا کے ملکوت میں نہ داخل ہونگے بلکہ وہ لوگ داخل ہونگے جو خدا کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور جب تم اپنی نظر پھیروگے تو اکثر اُسکو اُن معنوں میں مستعمل نہ پاؤگے

[1] بیشک مومن وہی لوگ ہیں جو خدا کے اور اُسکے رسول کے ساتھ ایمان لائے پھر انھوں نے شک نہ کیا۔ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا - یہی لوگ سچے ہیں ۱۲

جنکے واسطے وہ وضع کیا گیا ہے چنانچہ خاص لوگوں کے نزدیک تو یہ مناقشات لفظیہ اور
صناعیت اور فصاحت کلام اور مقاصد سے بعید وجوہات وتاویلات و اختراع کرنے کا
موضوع ہی اور عام لوگوں کے نزدیک یہ تعویذ ومنتر وغیرہ کا دفتر ہے اور ایسی دعاؤں کا کہ
جنکو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ بعض ادباء کا قول ہی کہ یہ منتر خواں جبکہ زندوں کو اپنا منتر نہیں
سمجھا سکتے تو پھر قبر میں مردوں کو کیسے سنا سکتے ہیں۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا [1]

علم کے اندر بھی مسلمانوں کی وہی حالت ہی جو دین میں ہے روز بروز علم سے دور اور جہل کے
قریب ہوتے جاتے ہیں۔ جب سے متقدمین اہل اسلام کی قلمیں شکستہ ہوئی ہیں۔ ہم دیکھتے ہے
ہیں کہ مطلق علم ہم میں حرکت نہیں کرتا۔ ہماری وہ جماعتیں کہاں ہیں جو علوم الٰہیہ
میں مشغول تھیں اور وہ لوگ کہاں ہیں جو مذہب اور رائے کے پیدا کرنیوالے تھے عقائد
سے بحث کرنے والے کہاں ہیں ریاضی میں تصنیف کرنے والے کہاں ہیں۔ کہاں ہیں
وہ لوگ جنہوں نے جبر وکیمیا وغیرہ علوم اختراع کئے کہ جو پہلے نہ تھے۔ اب وہ لوگ
کہاں ہیں جو یورپ کے فلسفہ کو نقل کریں جیسے کہ اُنہوں نے یونان کے فلسفہ کو نقل کیا تھا
کہاں ہیں وہ لوگ جو کتابوں کی شرح کریں جیسے کہ ابن رشد نے کتب ارسطو کی اور
ابن کمونہ نے کتب افلاطون کی شرح کی ہی اور کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے علوم اوائل
کو کتابی صورت میں جمع کیا ہے جیسے کہ فارابی نے کتاب تعلیم ثانی ترتیب دی ہے
ایسے لوگ کہاں ہیں جو علم طب سو سے زائد کتابیں تصنیف کریں مثل بوعلی سینا اور
رازی کے کون ایسا ہی جو نادر و نایاب جڑی بوٹیوں کے واسطے دور دراز ملکوں میں
سفر کرکے پھر اُنکو تحریر میں لائے جیسا کہ ابن بیطار نے کیا۔ کاشتکاری کے فن میں ابی ذکریا
اشبیلی کیطرح تجربہ کو وسیع کرنیوالے کہاں ہیں جنکے تجربوں نے اندلس کی زراعت کو ترقی دی۔

[1] کیا پس یہ قرآن کو نہیں سمجھتے یا انکے دلوں پر اُسکے قفل ہیں ۱۲

اور حسن بن محمد قرطبی جو افریقہ کا شہیر مشہور ہے اور بیرونی اور شریف ادریسی کی طرح ایشیا
اور افریقہ میں سیر و سفر کرکے حالات تحقیق کرنے والے کہاں ہیں۔ وہ انواع اور اقسام علوم
کہاں ہیں جو مسلمانوں میں متداول تھے اور اُنکے اندر تصنیف و تالیف ہو اکرتی تھی جنکو
صاحب کشف الظنون نے قریب دو۲ سو کے شمار کیا ہے۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں
نے اپنے زمانہ کے حوادث ایک ایک دن کے لکھے ہیں اور اپنی قوم کی ایک ایک خبر
کو ترتیب دیا ہے اور اختلاف روایات اور تنوع اسانید میں بڑی کوشش کی ہے
وہ لوگ کہاں ہیں جو حدودِ علوم پر واقف ہوئے اور ایسی ایجادیں کیں جو پہلے
لوگوں نے نہ کی تھیں۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو علم کو علم کے واسطے طلب کرتے
تھے اور تحصیل علم سے اُن کا یہ مطلب تھا کہ ان کو عقلی لذت اور وہ حقیقت
معلوم ہو جو پہلے معلوم نہ تھی۔

اب جو علم مسلمانوں کے پاس ہے اُس میں اکثر حصہ بسم اللہ کی اعرابکے اختلاف اور
صفتہ مشبہ وغیرہ کی وجوہات کے بیان کا ہے اور جو علم فقہ انکے پاس ہے اور جسکو کہ یہ جانتے
ہیں اُسپر عمل نہیں کرتے اور جو کچھ تعلیم یہ لوگ مدارس میں حاصل کرتے ہیں اُس سے صرف
انکا مقصد کہیں نوکر ہو جانا اور چار پیسے کمانا ہے۔

مصر کی حالت کو دیکھئے کہ جو ایک قدیم اسلامی ملک ہے فی صدی نوے آدمی
اس میں جاہل ہیں اور عورتوں کی حالت تو ایسی ہے کہ شاید دو سو عورتوں میں ایک
ایسی ملیگی جو خط پڑھ سکے اور ملک مغرب اور ترکستان اور عجم اور سوڈان وغیرہ کی حالت
تو مصر سے بھی بدرجہا بدتر ہے۔ جہانتک تم تجربہ کروگے تمہاری نظر ایسے لوگوں
پر پڑے گی کہ اگر تم اُن کو اپنے خیال میں اُن کے القاب اور مال و دولت سے
مجرد کرو تو پھر علمی شرافت سے کچھ حصہ بھی اُن کے پاس نہ ہوگا۔ مصری نے کیا
خوب کہا ہے ؎

لو یعرف الانسان مقدارہٗ[1] لم یفخر المولیٰ علیٰ عبدہٖ

لولا سجایاہٗ و اخلاقہٗ لکان کا المعدوم فی وجدہٖ

سب لوگ کچھ نہ کچھ کام اور حرکت کر رہے ہیں مگر مسلمان بالکل سکون اور سکوت کی حالت میں ہیں۔ جیساکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِنَ الظَّهِیْرَةِ۔

# تیسری فصل وسائل ارتقاء

## علم

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جہل انحطاط کا سبب ہے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ علم ارتقاء کا باعث ہے لہذا مسلمانوں کی حالت اُسوقت تک درست نہیں ہوسکتی جسوقت تک کہ اُنکے نفوس درست نہ ہوں۔ معلول علت پر موقوف ہے۔

جو فساد کہ اسوقت مسلمانوں میں موجود ہے وہ ان کی ذات اور ان کی اہل اور ان کی قوم اور انکے دین اور دنیا میں پھیل گیا ہے اور انکے ہر ایک عضو میں ایک بیماری ساکن ہوگئی ہے اور ہر ایک عضو انکا دُکھ رہا ہے طرح طرح کے مرض پیدا ہو رہے ہیں اور ہر ایک مرض مختلف امراض پیدا کر رہا ہے۔ ایک مرض جانے نہیں پاتا جو دس اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دور و تسلسل کا سلسلہ جاری ہے ایک بیابان میں یہ سرگرداں و پریشان ہیں نہیں جانتے کہ کہاں جائیں اور کیا کرنا چاہئے۔

---

[1] اگر انسان اپنی قدر و منزلت کو جان لے تو آقا اپنے غلام پر فخر نہ کرے۔ اگر اُسکے خصائل اور اخلاق نہ ہوں تو وہ اپنے وجود میں مثل معدوم کے ہو ۱۲ [2] اور جبکہ تم دوپہر کی گرمی سے اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو یعنے مسلمانوں کی اسوقت بالکل ایسی ہی حالت ہو کہ کپڑے اُتار کر آرام سے بیٹھ گئے ہیں ۱۲

اور کیا نکرنا چاہیئے۔ کونسی دوا کریں کیونکہ مختلف امراض اور انواع و اقسام کے آلام ہیں پس یہ اس حیرت میں حسرت زدہ اور نا امید کھڑے ہیں جانتے ہیں کہ نئے خلق کا پیدا کرنا اسکی اصلاح سے بہتر ہے پس انکی اس حیرانی کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اُسکے ملک میں جمی ہوئی برف پر کوئی شخص شہر آباد کرے اور نہایت زیب و زینت اور آرائش کے ساتھ مکان اور دوکانیں تیار کرلے اور برف کی سختی پر نظر کرکے اُن لوگوں کی نصیحت نہ مانے جو اس کام سے اُسکو روکتے ہیں۔ پھر اسکا انجام کیا ہوگا کہ جب سورج کی شعاعیں اُس برف پر پڑینگی اور برف پگھلے گی تمام شہر نیست و نابود ہو جائیگا۔

ہوچو کہتا ہے یہ شعاع آزادی ہے اور میں کہتا ہوں یہ شعاع علم ہے اور ہم بھی اُس علم کی ہیئت بیان کرچکے ہیں جسکے ذریعہ سے قوم نے ترقی کی ہے۔

لہذا اب ہم اُن وسائل کو بیان کرتے ہیں جو علم کو مسلمانوں میں داخل کرنیکے واسطے لازم ہیں ایک یہ کہ اسکو مسلمانوں میں منتقل کیا جائے۔ دوسرے اسکی تعلیم دی جائے تیسرے مال جو اس کام کے واسطے درکار ہے۔ چوتھے ایسا شخص جو اس کام کو انجام دے۔

علم کے نقل کرنے اور مسلمانوں میں رواج دینے کے دو طریق ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسکو مسلمانوں کی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے اور دوسرا یہ کہ مسلمان اُس زبان کو حاصل کریں جسمیں یہ علم ہے اور آجکل یہ زبان فرانسیسی اور انگریزی اور جرمنی ہے تاکہ یہی انکی علمی زبان ہو جائے۔ پہلے طریق کی نسبت لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ راستہ ہے جو تمام امم سالفہ نے اختیار کیا ہے۔ جیسے کہ عرب نے یونانی اور سریانی اور کلدانی علوم کو اپنی زبان میں منتقل کیا۔ اور فرنج نے عربی علوم اپنی زبان میں ترجمہ کئے۔ یہانتک کہ اب ہم ان لوگوں کی بہت سی اعلیٰ درجہ کی تصانیف کا ترجمہ سالہا سال سے لاطینی زبان میں چھپا ہوا دیکھ رہے ہیں باوجودیکہ وہ کتابیں مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمنے علم کا ترجمہ کرلیا تو اُسکو اپنی طرف منتقل کرلیا اور اگر ہمنے اُس علم کی

زبان حاصل کی تو صرف اپنے چند افراد کو عالم بنا لیا۔ اور جو لوگ دوسرے طریق کو پسند کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نقل کی رفتار اور علم کی رفتار میں ایسا فرق ہے جیسا کہ پیدل کی رفتار اور ریل کی رفتار میں اگر اسوقت ایک نقطہ سے ان دونوں کو شروع کیا جائے تو تھوڑی ہی دیر میں دونوں جدا ہو جائینگے اور علم نقل پر سبقت لیجائیگا اور اگر اُن تمام کتابوں کا ترجمہ کیا جائے جو ترقی کرنیوالی قوم کے پاس ہیں تو اسکے واسطے کم از کم پانسو برس کا زمانہ درکار ہے اور اس زمانہ میں جب ہم ترجمہ سے فارغ ہونگے تو پھر اسی قدر وہ ہم سے آگے ہو جائینگے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی واسطے ہم نے علم منقل کرنیکے واسطے پہلے طریق کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کیا ہے جیسا کہ جاپان نے کیا۔

اور میرے نزدیک ان دونو طریق سے کام کرنا بہتر ہے یعنی علمی زبان کی تعلیم ہم جبریہ قرار دیں اور عالم علم سے پردہ اُٹھا دیں اور اسی کے ساتھ اپنی زبان میں علمی کتابوں کا ترجمہ اور تالیف بھی شروع کر دیں۔ جب ہم ایسا کرینگے تو ہم کو علم کی رفتار کے ساتھ چلنا ممکن ہوگا کیونکہ علم کی کتب اور حدود ہماری کتب اور حدود ہو جائینگی اور یہ کام ہمارے قبضہ میں آجائے گا کہ ہم اُس میں سے جسقدر کتابیں چاہیں اپنی زبان میں ترجمہ کر سکیں۔

علمی زبان سیکھنے کے واسطے یہ بات ضرور نہیں ہی کہ ہم اُسکو لکھنا اور بولنا بھی اچھی طرح سے حاصل کریں بلکہ ہم کو صرف اُسکے اچھی طرح سے سمجھنے کی قدرت حاصل کر لینی کافی ہے چنانچہ بڑے بڑے ترجمان مثل ابن مالویہ اور حنین بن اسحاق اور رفاعہ بک۔ اور رشیدی صاحب المادہ وغیرہ ایسی ہی لیاقت رکھتے تھے۔ اگر انسان روزانہ پانچ مصدر مع اُنکی مشتقات کے یاد کر لیا کرے تو ایک سال میں اُسکا سرقاموس ہو جائیگا۔

اور اب یہ کام ہم کو کرنا ضروری ہے کہ ہم انسانی زبان کو ایسا بنائیں کہ اُسکا علمی زبان بننا ممکن ہو یعنے جدید الفاظ اور اصطلاحات اسکے اندر منتقل کریں اور یہ اسطور سے ہو سکتا ہی

کہ علمی الفاظ اور اصطلاحات تھوڑے تغیر کے ساتھ اپنی زبان کا لفظ بنالیں اور اس بات کی کوشش کرنا کہ قدیم لغت سے ایسا لفظ پیدا کریں جسکے جدید معنے ہوں بہت مشکل اور عبث ہے۔

اور علم کی تعلیم کے واسطے یہ بات ضروری ہے کہ تعلیم علم اور جبریّہ ہو اور اُسکے تین درجہ رکھے جائیں۔ ابتدائی۔ درمیانی اور انتہائی اور مدارس کے اندر کم از کم آبادی کا پانچواں حصہ طلبا ہوں جس میں سے ایک انتہائی درجہ تک تعلیم حاصل کرے اور سات درمیانی درجہ تک اور باقی ابتدائی درجہ تک۔

مدارس عالیہ میں پندرہ طلبا کیواسطے ایک اُستاد ہو اور درمیانی مدارس میں تیس کے واسطے ایک اُستاد۔ اور ابتدائی میں پچاس لڑکوں کے واسطے ایک اُستاد ہونا چاہیئے۔

اور اسی طرح سے ابتدائی مدارس گاؤں در گاؤں مثل مسجدوں کے ہونے چاہئیں اور درمیانی مدارس قصبات میں اور انتہائی مدارس شہروں میں۔

اور لازم ہے کہ علم حاصل کرنے سے سب لوگوں کا یہ مطلب ہو کہ انسان اپنے رزق اور اپنی ذات اور اپنے فکر اور اپنی قوم میں نیک بخت ہو نہ یہ کہ صرف امتحان دیدینا۔

پھر یہ کہ تعلیم کا پروگرام اصل اصول اور ماسوا اُسکے اور چیزیں عوارض ہونی چاہئیں کیونکہ اسی پر زندگی کی فلاح یا بربادی کا انحصار ہے اور پروگرام ہی کی اہمیت پر فلاسفہ نے بہت زور دیا ہے اور حکومتیں اسکا بہت اہتمام کرتی ہیں۔

جان جاک روسو کہتا ہے مدارس کی تعلیم جو ہم حاصل کرتے ہیں وہ گویا صرف اسواسطے ہے کہ اُسکو بھلادیں۔ کیونکہ اُسکا بہت سا حصہ ایسا ہی کہ جس سے ہم عمر بھر میں ایک بار بھی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اور ایک اور شخص کہتا ہے کہ تعلیم کا فساد تمام قوم کو فاسد کردیتا ہے اور ہربرٹ سپنسر انگریزی فیلسوف کہتا ہے

کہ اگر وہی علم ہمارے پاس ہوتا جسکی ہم مدارس میں تعلیم پاتے ہیں تو آج انگریز اُسی حالت
میں ہوتے جسپر درمیانی قرون میں تھے۔ پس ہمارے پاس جو معارف کبریٰ ہیں اور جنکے
سبب سے ہم دنیا میں ایک بڑی اُمت بن گئے ہیں یہ سب اُن مدارس سے پیدا نہیں
ہوئے ہیں جو انکے واسطے تیار کئے گئے ہیں بلکہ یہ ایسے مقامات سے حاصل کئے گئے
ہیں جو حقیر اور مہجورہ ہیں۔ اور فرانس کے صنعتی مدارس کی نسبت کوریلون کہتا ہے کہ
تین چوتھائی وقت اُنکے اندر بالکل ضائع ہوتا ہے۔

ہنری دوفیل نے ایک عام علمی جلسہ میں بیان کیا کہ مدرسہ جامعہ (پیرس
یونیورسٹی) کا ایک مدت سے بمنزلہ عضو کے ہوں اور اب اُس سے جدا ہونیوالا
ہوں لہذا تم سے ایک ایسی بات کہتا ہوں جسکو ہر ایک کان اپنے اندر رکھ لے اور وہ
بات یہ ہے کہ جبتک یہ مدرسے اسی حالت پر رہینگے تو سوا جہالت کے اور کسی طرف
نہ لیجائینگے۔ جبکہ یورپ کے مدارس کا یہ حال ہے تو اب دیکھنا چاہئے کہ ہم کو انکے
اہتمام کی کسقدر ضرورت ہے اور ہم کو اُنکے بیدوگراموں کی اُسی صورت سے تقلید نہ کرنی چاہئے
اور اب میں یہاں اُس مسئلہ سے بحث نہیں کرتا ہوں جو کل اقوام کے نزدیک مشکل اور
مختلف الآرا ہے۔ بلکہ میری صرف یہ رائے ہے کہ ابتدائی تعلیم اُن اُمور میں محصور ہونی
چاہئے جنکی تعلیم ہر شخص کو ضروری ہے یعنے وہ علم جو عقیدہ کو محفوظ رکھے اور یہ مبادی
الٰہیات اور اُس حکمت اولیٰ کا علم ہے جو کل علوم کی ضائع ہونے سے حفاظت کرتی ہے۔
جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور پھر اسکے ساتھ ہی ایسے علم کی بھی ضرورت ہے
جو جسم کی حفاظت کرے مثلاً مبادی قواعد صحت اور فیسولوجیا اور وہ علم جو نفس کی اصلاح
کرے جیسے علم الاخلاق اور تدبیر منزل اور مبادی سیاست اور تاریخ وغیرہ اور اُس علم
کی بھی جو مال کی حفاظت کرے یعنی زراعت یا صناعت یا تجارت اور مبادی علم اقتصاد
اور حساب وغیرہ اور درمیانی مدارس میں انہیں علوم کی وسیع تعلیم ہونی چاہئے اور اس

ی تعلیم سے ایک درمیانی طبقہ کی ایجاد مقصود ہو۔ اور تجہیزی مدارس میں اُس علم کی
دینی چاہیئے جسکو ہر ایک شخص اپنے واسطے پسند کرے یا جو شخص غیر زبان کو حاصل
پاہے اُسکو حاصل کرے۔
اور انتہائی مدارس میں اُس اجمال کی تفصیلی تعلیم ہو جسکو تجہیزی مدارس میں پڑھا تھا۔
ایک علم کے اندر کمال حاصل کرنا بہت ضروری ہے اور اسکے سبب سے دیگر علوم
ا تک پہنچنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔کیونکہ علم تم کو اپنی ذات سے اُسی قدر دیتا ہے
ر تم اُسکو اپنی ذات سے دیتے ہو[۱]۔
متعلموں کو اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ تمام عمر علم کی رفتار کے ساتھ رہروی
کریں۔ مدرسوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر بیٹھ نہ رہیں بلکہ اُنکو چاہیئے کہ اپنے فن کی
کتابیں پائیں سب کا مطالعہ کریں۔
ن کیمیا کا مشہور فاضل برتلو کہتا ہے کہ میں ہر سال اس علم کی قریب دو سو کتابوں کے
لعہ کرتا ہوں جو اس علم میں شائع ہوتی ہیں اور اسکے سبب سے مجھکو اس علم کا دائرہ وسیع
مان ہو گیا ہے اور بہت سے امور منکشف ہوئے ہیں اور وہ مال جو اس کام کیواسطے
ہے سال بھر میں ایک ریال سے بڑھتی نہیں ہے اور یہ اُن فضول اخراجات کی
مائی کے برابر بھی نہیں جسکو عام لوگ مصری لوگوں کی طرح شراب اور سگرٹ پر
رتے ہیں اور اس مال کی تحصیل و وصول کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ حکومت
ب و وقار کے ساتھ اسکی درخواست کی جائے اور دوسرا یہ کہ ممبروں پر وعظ کہہ کر
ہ کو اس طرف متوجہ کیا جائے اور اخباروں میں اسکے واسطے مضمون لکھے جائیں
الدین نے اسکے متعلق ایک بہت اچھی رائے فرمائی تھی یعنے ہر ایک گاؤں اور
، اور مسجد میں ایک صندوق رکھا جائے جسکا نام صندوق المسلین ہو اور اُسکے

[۱] جسقدر تم اُسپر محنت کروگے اُسی قدر نفع اُٹھاؤگے ۱۲

اندر وہ چندہ جمع کیا جائے۔ جو لوگ احوالِ مسلمین کی اصلاح کیواسطے عنایت
اسباب میں ابھی کچھ حرج نہیں ہے کہ اسکو کسی سرکاری بنک کے سپرد کردیں بلکہ
ہے کیونکہ اس بات سے لوگوں کا بھروسہ زیادہ ہوتا ہے اور نیز مسلمانوں
ہنوز ایسے لوگ معدوم نہیں ہوئے ہیں جو نیک کاموں پر مال خرچ کرنے میں
جناب صدیق اکبر کے قدم بقدم ہیں۔ یہ اپنے عقیدہ اور اپنے دین کی تائ
اپنا کل مال خرچ کرنے سے دریغ نہ کرینگے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک اپنے مال اور اپنی صحبت
سب لوگوں سے زیادہ امانت دار ابوبکر رضؓ ہیں۔

اب اُس شخص کی نسبت بحث باقی ہے جو اس کام کا سرانجام کرے اور یہ
نہایت اہم اور کل مسائل کی بنیاد ہے اور یہ کام یا تو قوم کا ہے یا حکومت کا
جبتک کہ طفولیت کی حالت میں ہے ہرگز وہ خیر و شر میں تمیز نہیں کرسکتی ہے اور حکو
یا تو وطنی حکومت ہے جسکا اسوقت اسلامی اقوام سے وہ برتا
جو آقا کا اپنے غلام سے ہوتا ہے پس اگر قوم نے علم حاصل کرکے
کی تو یہ حکومت کے ساتھ ایسی ہوجائے گی جیسے وکیل اپنے موکل کے ساتھ ہوتا
اور بہت مشکل ہے کہ حکومت اس بات پر قوم کی مدد کرے۔ اب ہی اجنبی حکومت اُسکی
یہ ہے کہ ہمیشہ قوم اور اُسکی بہتری کے درمیان حائل رہے۔ اور جبکہ ہمنے ان دونوں
ہاتھ جھاڑ لئے تو اب کسی طرف سے کوئی امید باقی نہ رہی مگر صرف اُن چند لوگوں سے جو
حال کو پہچان گئے ہیں اور انجام سے واقف ہیں یعنی نئی روشنی کے اہل عقل۔ بس
انہیں لوگوں سے گفتگو ہے لیس[1] علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج
حرجٌ ولا علی المریض حرجٌ یہ لوگ قوم کے اندر مثل اولیا کے ہیں پس انہیں

[1] نہ اندھے پر حرج ہے نہ لنگڑے پر حرج ہے اور نہ بیمار پر حرج ہے ۱۲

درمیانی تعلیم سے ایک درمیانی طبقہ کی ایجاد مقصود ہو۔ اور تجہیزی مدارس میں اُس علم کی تعلیم دینی چاہیئے جسکو ہر ایک شخص اپنے واسطے پسند کرے یا جو شخص غیر زبان کو حاصل کرنا چاہے اُسکو حاصل کرے۔

اور انتہائی مدارس میں اُس اجمال کی تفصیلی تعلیم ہو جسکو تجہیزی مدارس میں پڑھا تھا۔

ایک علم کے اندر کمال حاصل کرنا بہت ضروری ہے اور اسکے سبب سے دیگر علوم کی انتہا تک پہنچنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ کیونکہ علم تم کو اپنی ذات سے اُسی قدر دیتا ہے جسقدر تم اُسکو اپنی ذات سے دیتے ہو[۱]۔

متعلموں کو اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ تمام عمر علم کی رفتار کے ساتھ رہروی اختیار کریں۔ مدرسوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر بیٹھ نہ رہیں بلکہ اُنکو چاہیئے کہ اپنے فن کی جسقدر کتابیں پائیں سب کا مطالعہ کریں۔

فن کیمیا کا مشہور فاضل برتلو لکھتا ہے کہ میں ہر سال اس علم کی قریب دو سو کتابوں کے مطالعہ کرتا ہوں جو اس علم میں شائع ہوتی ہیں اور اسکے سبب سے مجھکو اس علم کا دائرہ وسیع کرنا آسان ہو گیا ہے اور بہت سے امور منکشف ہوئے ہیں اور وہ مال جو اس کام کیواسطے درکار ہے سال بھر میں ایک ریال سے بڑھتی نہیں ہے اور یہ اُن فضول اخراجات کی ایک تہائی کے برابر بھی نہیں جسکو عام لوگ مصری لوگوں کی طرح شراب اور سگرٹ پر خرچ کرتے ہیں اور اس مال کی تحصیل و وصول کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ حکومت سے ادب و وقار کے ساتھ اسکی درخواست کی جائے اور دوسرا یہ کہ میمبروں پر وعظ کہہ کر لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا جائے اور اخباروں میں اسکے واسطے مضمون لکھے جائیں سید جمال الدین نے اسکے متعلق ایک بہت اچھی رائے فرمائی تھی یعنے ہر ایک گاؤں اور راستے اور مسجد میں ایک صندوق رکھا جائے جسکا نام صندوق المسلمین ہو اور اُسکے

---

[۱] یعنے جسقدر تم اُسپر محنت کروگے اُسی قدر نفع اُٹھاؤ گے ۱۲

اندر وہ چندہ جمع کیا جائے۔ جو لوگ احوالِ مسلمین کی اصلاح کیواسطے عنایت کریں اور اسبات میں بھی کچھ حرج نہیں ہے کہ اسکو کسی سرکاری بنک کے سپرد کردیں بلکہ بہت بہتر ہے کیونکہ اس بات سے لوگوں کا بھروسہ زیادہ ہوتا ہے اور نیز مسلمانوں میں سے ہنوز ایسے لوگ معدوم نہیں ہوئے ہیں جو نیک کاموں پر مال خرچ کرنے میں حضرت جناب صدیق اکبر کے قدم بقدم ہیں۔ یہ اپنے عقیدہ اور اپنے دین کی تائید میں اپنا کل مال خرچ کرنے سے دریغ نہ کرینگے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک اپنے مال اور اپنی صحبت میں سب لوگوں سے زیادہ امانت دار ابوبکرؓ ہیں۔

اب اُس شخص کی نسبت بحث باقی ہے جو اس کام کا سرانجام کرے اور یہ بحث نہایت اہم اور کل مسائل کی بنیاد ہے اور یہ کام یا تو قوم کا ہے یا حکومت کا مگر قوم جبتک کہ طفولیت کی حالت میں ہے ہرگز وہ خیر و شر میں تمیز نہیں کرسکتی ہے اور حکومت یا تو وطنی حکومت ہے جسکا اسوقت اسلامی اقوام سے وہ برتاؤ ہی جو آقا کا اپنے غلام سے ہوتا ہے پس اگر قوم نے علم حاصل کرکے ترقی کی تو یہ حکومت کے ساتھ ایسی ہو جائے گی جیسے وکیل اپنے موکل کے ساتھ ہوتا ہے اور بہت مشکل ہے کہ حکومت اس بات پر قوم کی مدد کرے۔ اب ہی اجنبی حکومت اُسکی مصلحت یہ ہے کہ ہمیشہ قوم اور اُسکی بہتری کے درمیان حائل رہے۔ اور جبکہ ہمنے ان دونوں سے ہاتھ جھاڑ لئے تو اب کسی طرف سے کوئی امید باقی نہ رہی مگر صرف اُن چند لوگوں سے جو صورت حال کو پہچان گئے ہیں اور انجام سے واقف ہیں یعنی نئی روشنی کے اہل عقل۔ بس فقط انہیں لوگوں سے گفتگو ہے لیس[1] علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج یہ لوگ قوم کے اندر مثل اولیا کے ہیں پس انہیں سے

[1] نہ اندھے پر حرج ہے نہ لنگڑے پر حرج ہے اور نہ بیمار پر حرج ہے ۱۲

اُسکے خیر و شر کی اور نفع و ضرر کی بابت سوال کیا جائیگا۔

مسلمانوں کی نجات اور اعلاء کلمۂ اسلام کا اور کوئی راستہ نہیں ہے بجز اسکے کہ لوگ تمام ممالک و بلاد میں ایک انجمن ترتیب دیں جسکا نام مستقبل اسلام ہو اور ایک دوسری عام انجمن مقرر کریں جو ان تمام انجمنوں کی جامع ہو جو دو سال میں ایک بار مکۂ معظمہ یا کسی اور جگہ جسپر اتفاق ہو جائے منعقد ہوا کرے اور اس انجمن کا مؤتمر اسلامی ہو۔ اس انجمن کی شاخیں تمام ممالک میں پھیلنی چاہئیں اور مقصود اس انجمن کا مسلمانوں کی درستی حالت اور اُنکے اندر تعلیم کی اشاعت ہو۔ جو اس کا وسیلہ ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ استقلال بغیر قوم کے نہیں ہو سکتا ہے اور قوم بغیر علم کے نہیں ہوتی۔

بغیر جمعیت (یعنے اتفاق) کے نہ کوئی دولت قائم ہوئی نہ کوئی جھنڈا بلند ہوا اور نہ کسی قوم نے آزادی حاصل کی اتفاق ایسا کام کرنے والا ہے کہ کبھی نہیں مرتا۔ ان ارمنی اور مقدونی وغیرہ اقوام کو دیکھ کر اپنے حقیر وجود کے ساتھ جو ہرگز قابل ذکر و شمار نہیں ہے غلامی کی حضیض سے آزادی کی اوج پر ترقی کرنے کے واسطے کیسی کیسی زبردست تدبیریں کر رہی ہیں۔

اور اسلامی اقوام جو مشرق سے مغرب تک بھری پڑی ہیں جال میں پرندہ کی طرح پھنس کر رہ گئی ہیں نجات کیواسطے کچھ کوشش نہیں کرتیں۔ پھر یہ کس طرح ترقی پر پہنچنے کی امید رکھتی ہیں حالانکہ اُسکی طرف ان سے ایک قدم بھی نہیں بڑھایا تا اور نہ انکا ہونٹ ہلتا ہے نہ قلم حرکت کرتی ہے۔ جو شخص کسی چیز کی تلاش کرتا ہے وہ اُسکو پا لیتا ہے اور جو اُسکو ترک کرتا ہے وہ اُسکو گم کر دیتا ہے۔

بُزدل اور ضعیف الہمت یہ عذر نہیں کر سکتا ہے کہ ایسی انجمنوں کا اسلامی شہروں میں منعقد ہونا دشوار ہے۔ کیونکہ ایسی غرض کیواسطے جو انجمن قائم کی گئی انکار کے ساتھ اُسکا

مقابلہ نہیں کیا گیا۔ اور نیز یہ کہ قوم کی زندگی کیلئے کئی مرتبہ مرنا زندہ رہنے سے بہتر ہے اور اسکے علاوہ بہت سے اسلامی ممالک اس زمانہ میں بھی ان کوششوں کے واسطے کھلے ہوئے ہیں جن میں خصوصًا وہ ممالک جو انگریزی حفاظت میں ہیں اور تقریبًا نصف آبادی اُن کی مسلمان ہے۔

علاوہ اسکے دیگر ممالک جب یہ بات جان لینگے کہ اس کام سے تعلیم اور تربیت مقصود ہے تو پھر اُنکو اسکی ممانعت کی مجال نہ رہیگی اور اگر بظاہر مخالفت بھی کرینگے مگر باطن میں مخالفت نہ کر سکینگے اور اگرچہ مُنہ بند کر لے اُنکے اختیار میں ہیں مگر دلی جذبات کا روکنا اُنکے امکان سے باہر ہے۔

بعض لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام کے فنا اور اُسکی عمر کے تمام ہونے سے لوگوں کو ڈراتے ہیں اور موضوع حدیثوں اور دشمنانِ دین کے منگھڑت اقوال سے حجت لاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں ناامیدی داخل کریں ہم اُن آیات شریفہ کو اُنکے کانوں میں ڈال کر ان کی زبانوں کو بند کرتے ہیں ھُوَ الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کله و لو کرہ المشرکون[۱] اور فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم و یابی اللہ الا ان یتم نورہٗ و لو کرہ الکافرون[۲]۔

اے مسلمانوں اس کام میں کوشش کرو تاکہ مطلب کو پاؤ اور مر جاؤ تاکہ زندگی پاؤ اور اپنی قوم کو پہچانو اس سے پہلے کہ وہ تم سے انجان ہوں اور اپنے شہروں کی حفاظت کرو اس سے پہلے کہ تم اُنکو ضائع کرو و تمہارے اندر ایک بہت بڑی حرکت پیدا

---

[۱] خدا کی وہی ذات ہے جسنے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تھا کہ تمام دینوں پر اُسکو غالب کردے اور اگرچہ مشرک (اس دین حق کے غلبہ کو) ناپسند کریں ۱۲ [۲] اور خدا انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو پورا کریگا اور اگرچہ کافر اس بات کو) ناپسند کریں ۱۲

ہوئی ہے۔ پس اُسکی تائید کرو اور جو تکالیف اُسمیں درپیش آئیں اُنکو برداشت کرو یہ
قرآن کی آواز تم کو پکار رہی ہے اور خدا کا بلانے والا تم کو بلا رہا ہے یاقومنا
اجیبوا داعی اللہ وامنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیمہ

## ترجمہ

اے ہماری قوم خدا کے بلانے والیکی دعوت قبول کرو اور اُسکے ساتھ ایمان لاؤ وہ
تمہارے گناہوں میں سے تم کو معاف کردیگا اور دُکھ دینے والے عذاب سے تم کو پناہ دیگا ۱۲

## حاشیہ صفحہ ۱۷

سہ صوفیہ اہل علم وعمل ہیں اور علم سے وہ عقائد اور قواعد اور احکام معروفہ مراد ہیں جو کتب
تصوف مثل فتوحات و فصوص وغیرہا میں مذکور ہیں اور عمل سے مسلمانوں کو ارشاد و تعلیم کرنا اور
غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلانا مراد ہے۔

بعض لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عقائد صوفیہ سے منکر ہیں اور مسلمانوں سے اس گروہ کو جداگانہ
خیال کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ مذہب اسلام کے اندر دوسری صدی میں منجملہ اُن مذاہب کے داخل ہوا ہے
جو اسکے اندر آگئے ہیں اور یہ مذہب اہل فارس سے اسلام میں منتقل ہوا ہے کیونکہ اسکے تمام مشائخ متقدمین
عجمی تھے جیسے جنید نہاوندی اور ابویزید بسطامی اور ابراہیم بن ادہم بلخی اور بشر حافی مروزی
اور سہل تستری وغیرہم اور نیز اس دلیل سے بھی کہ تمام صوفیہ نے اپنے طرق کی سند حضرت علی کرم اللہ
وجہہ پر پہنچائی ہے اور کسی صحابی پر نہیں پہنچائی اور یہ قاعدہ اہل فارس ہی کا ہے جو شیعان
علی ہیں۔ اور نیز اس دلیل سے بھی کہ یہ مذہب اسلام سے پہلے ہی اہل فارس کی کتابوں اور
اُنکے اشعاروں میں مدون تھا۔ اور اہل فارس نے اسکو یونانیوں سے نقل کیا ہے جن میں یہ
مذہب حکماء اشراقیین کے نام سے مشہور تھا اور اہل یونان نے اسکو متقدمین ہنود سے نقل کیا
تھا یا فتوح اسکندر کے دوران میں اور یا اس سے بھی پہلے۔ ابوریحان بیرونی نے کتاب الہند میں
موجودات عقلیہ و حسیہ کے متعلق ہنود کا اعتقاد ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ قدماء یونان کی سات حکماء

کے ظہور سے پہلے جو کہ ان میں اساطین حکمت کہلاتے ہیں اور ان کے پاس فلسفہ کے مہذب ہونے کے وقت ہنود ہی کی مثل اعتقاد رکھتے تھے بعض کا ان میں یہ اعتقاد تھا کہ کل اشیاء شئے واحد ہیں (وحدت وجود) اور کوئی اسمیں قائل بالکمون تھا اور کوئی قوت کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ مثلاً انسان پتھر اور جماد سے جدا نہیں ہے مگر بہ سبب علۃ اولی سے قریب ہونیکے ورنہ یہ اور وہ سب ایک ہیں اور کوئی یہ کہتا تھا کہ وجود حقیقی صرف علۃ اولی ہی کا ہے کیونکہ یہ بذاتہا اسکے اندر مستغنی ہے اور اسکے علاوہ سب اسکے وجود میں محتاج ہیں اور جو چیز کہ اپنے وجود میں دوسرے کی محتاج ہے اُسکا وجود مثل خیال کے غیر حق ہے اور حق وہی واجب اول ہے فقط۔ اور یہی آراء صوفیہ کی تھیں یعنی حکماء کی کیونکہ سوف یونانی زبان میں حکمت کو کہتے ہیں اور اسی کے تئیں فیلسوف نام رکھا گیا ہے یعنی حکمت کا دوست اور اُسکا محب اور پھر جبکہ اسلام میں بھی ایک فرقہ ان کی رائے کے قریب قریب گیا تو انہیں کے نام کے ساتھ موسوم ہوگیا اور چونکہ بہت سے لوگ اس وجہ تسمیہ سے ناواقف تھے اس سبب سے وہ انکو صفہ کی طرف نسبت کرنے لگے یعنے اُن اصحاب کی طرف جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں متوکلانہ زندگی بسر کرتے اور اصحاب صفہ کہلاتے تھے اور بعض نے اسم صوفی کو صوف سے نکالا ہے کیونکہ یہ لوگ گلیم پوش ہوتے ہیں اور ایسے ہی یہ لوگ اس طرف گئے ہیں کہ موجود ایک شئے واحد ہے اور علۃ اولیٰ اُس میں مختلف صور کے ساتھ ظہور کرتی ہے جو تغایر مع الاتحاد کا موجب ہے (حلول واتحاد) اور ان میں سے بعض کا یہ بھی قول ہے کہ جو پورے طور سے اپنے امکان کے موافق علۃ اولیٰ سے تشابہ کریگا وہ ترکِ وسائط وعلائق وعوائق کے وقت اُسکے ساتھ متحد ہو جائے گا (ریاضت وتجرد۔ اور ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ نفوس اور ارواح تجسد بالابدان سے پہلے بذاتہا قائم اور ایک دوسرے کو پہچانتی اور نہ پہچانتی ہیں اور جسم میں آن کر یہ وہ نیک کام کرتی ہیں جنکے ذریعہ سے ان کو بدن سے مفارقت کے بعد تصاریف عالم پر اقتدار حاصل ہوتا ہے اور اسی سبب سے ان کا نام انہوں نے آلہتہ رکھا ہے اور انکی ہیکلیں بنائی ہیں اور انکی

قربانیاں کرتے ہیں جیساکہ جالینوس نے کتاب البحث علی تعلم الصناعات میں بیان کیا ہے۔
بیرونی کا کلام ختم ہوا۔

اور یہی معترض کہتے ہیں کہ صوفیہ کے نزدیک وصول الی المعرفۃ طریق نظر اور تجربہ سے نہیں ہے بلکہ ریاضت کے طریق سے ہے اور اب جو صوفی ذکر کے اندر سخت ضربیں لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حبس سے نفس کی تخلیص کے واسطے کرتے ہیں تاکہ معرفت اُسپر روشن ہوجائے تو اس میں شک نہیں ہے کہ ان سب عقائد اور قواعد کو لغو ٹھہرانا واجب ہے کیونکہ کتاب وسنت سے یہ ثابت نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بالکل غلطی اور ثواب سے دور ہونا ہے کیونکہ یہ سب امور کہ تصوف دراصل ہندؤں کی ایجاد ہے اور ان سے یونان ہوتا ہوا ایران میں آیا اور ایران سے مسلمانوں نے لیا۔ عمل وعقائد کے نتائج سے بے اصل باتیں ہیں مسلمان صوفیوں کا منتہائے خیال عبودیت کا محال ہے اور دیگر مذاہب مذکور کا منتہا خودی وخود پرستی وغیرہ ہے اگر کچھ لیا گیا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن یہ اعتراض بالکل منگھڑت ہے کہ اسلام میں تصوف کی اصل موجود ہی تھی حضرت علیؓ کی جانب سب صوفیہ فرقوں کا رجوع کرنا اس سبب سے ہے کہ علم روحانی کے امانتدار وہی تھے۔ اور انہیں کے ذریعہ رسولخدا صلعم نے تعلیم باطن اُمت کو پہنچائی جو لوگ طریقت کو شریعت سے جدا سمجھتے ہیں وہ اپنی اس بیخبری کا ثبوت دیتے ہیں جبکہ شریعت و طریقت سے ہے مسلمان کیواسطے کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اُس حرکت کو روکنا چاہے جسکے آج اسلام میں زندہ اور باقی ہونیکا اعتراف خود انگریز کر رہے ہیں اور جس حرکت نے اس زمانہ میں اُس قدر ممالک فتح کئے ہیں جسقدر پہلے فاتحین کی تلواروں نے فتح کئے تھے اب رہا حالت صوفیہ کی اصلاح کا طریقہ سو وہ یہ ہے کہ انکے پاس شریعت اسلام ہی کا علم بلاکم وکاست ہونا چاہئے اور انکے عمل کا موضوع یہی ہو کہ یہ مسلمانوں کو شریعت مطہرہ کا ارشاد اور تعلیم کریں اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت کریں اسطرح تصوف علم شرع اور اُسکے ساتھ عمل کرنیسے عبارت ہوگا اور اسوقت مشائخ صوفیہ تعلیم کے دونوں رکنوں امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر کے ساتھ قائم ہونگے جن پر کتاب کریم نے آمادہ کیا ہے فرماتا ہے وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ یعنے تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بُلائے اور نیک کام کا حکم کرے اور بُرے کام سے منع کرے۔ گروہ صوفیہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک عظیم الشان مدرسہ جسکے اندر مشائخ اور خلفاء اُستاد ہیں اور تمام مرید شاگرد ہیں اور یہ سب لوگ علم کے حاصل کرنے اور اُسپر عمل کرنے میں اپنی تمام عمر صرف کرتے ہیں۔ مؤلف رسالہ ۱۲

## حاشیہ صفحہ ۲۵

سہ چاہئے کہ دین کے اصول یہ تین چیزیں ہوں۔ ایک کتاب۔ دوسرے سنت۔ تیسرے رائے۔ یعنے تشریعی اگر اسی طریق پر عمل کیا جائے تو ممکن ہے کہ مسلمان اپنی شریعت ہی کے موافق حکم کریں اور کسی حکم میں اُس سے باہر نہ ہوسکیں کیونکہ جو کچھ قرآن وحدیث میں ہے وہ اصول عامہ ہیں ہر ایک زمان ومکان کے موافق اگرچہ بعض لوگ حدیث کو دین کے اصول میں داخل کرنے سے انکار کرتے ہیں مگر یہ رائے اُنکی غیر مقبول ہے ۱۲

## حاشیہ صفحہ ۴۵

سہ بعض بے وقوف یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی درستئ حالت کا اہتمام کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ جب غیر قوموں کو ضرورت پڑے گی تو وہ از خود انکی درستی حالت کا انتظام کرینگے تاکہ ان سے فوائد حاصل کریں اور انکو اپنا معاون بنائیں جیساکہ ولایات متحدہ کی جمہوریت کے رئیس **روسفات** نے اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا کہ دواعی انسانیت ہم کو اس بات پر مجبور کر رہے ہیں کہ ہم غیر تعلیم یافتہ اقوام کی حالت درست کریں اور اُنکے کاروبار کو اسقدر ترقی دیں کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں اور اسکے اثنا میں جو کچھ منافع ہم حاصل کرتے ہیں وہ ہمارے اس کام کی مزدوری ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بات اسکی بالکل دھوکا اور فریب کی ہے کیونکہ اہل یورپ اشیاء کی اصلاح کرتے ہیں نہ اشخاص کی۔ جن مقامات کی

اصلاح کا یہ دعوے کرتے ہیں وہاں کے شہروں کی ظاہری حالت انہوں نے درست کی
بے تعلیمی حالت میں کچھ اصلاح نہیں کی اور اس قسم کی اصلاح سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں
پہنچتا ہے وہ اُسی طرح انحطاط کی حالت میں ہیں بلکہ اس اصلاح کی جو یہ لوگ کرتے ہیں ایسی
مثال سمجھنی چاہیئے کہ جیسے در و دیوار پر خوشنما کپڑے لٹکا دئے جن سے مکان نہایت
پر تکلف معلوم ہونے لگا اور اُس مکان کی شکست و ریخت کچھ نہ کی پھر جب اُس میں سے
جانے کا ارادہ کیا تو تمام اسباب تکلف اُتار کر چلتے پھرتے نظر آئے اور مکان چند
ہی روز میں منہدم ہو گیا - اہل یورپ اصلاح کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ اُسکے روکنے اور بند
کرنے کے درپے ہیں - کسی تونس کے باشندہ سے وہاں کا حال پوچھا گیا تو اُس نے
کہا کہ شہر تو آگے بڑھ گئے اور رہنے والے پیچھے رہ گئے - جبتک یہ قاعدہ رہیگا کہ
زبردست کی زندگی کمزور کی موت میں ہو تو یہی حالت رہیگی ۱۲

تمام شد

# حالات مصنّف

اس کتاب کے مصنف حضرت شیخ سیّد توفیق بکری شیخ المشائخ صوفیہ دیارِ مصر کے حالات اتنے زیادہ اور اہم ہیں کہ اُن سب کا ایسی مختصر جگہ میں سمانا محال ہے تاہم چند ضروری امور جن سے صاحب موصوف کی شخصیت اور حیثیت روشنی میں آتی تھی لکھے جاتے ہیں تاکہ ناظرین معلوم کریں کہ اس عجیب و غریب کتاب کا لکھنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔

آپ کا اصل نام محمد بن علی اور عرف سیّد توفیق بکری ہے۔ نسباً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں اور لفظ بکری اسی نسبت سے ہے چونکہ سلسلہ ننھیال سیّدنا حضرت امام حسن پر منتہی ہوتا ہے اسواسطے نام کے ساتھ لفظ سیّد بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

دریائے نیل کے کنارہ اپنے والد کے مشہور باغ جزیرۃ الروضہ میں جمعرات کی صبح کو بتاریخ ۲۷ رجمادی الثانی ۱۲۸۷ھ ہجری تولد ہوئے۔

قرآن شریف اور ابتدائی درسی کتابیں اپنے گھر میں پڑھیں اسکے بعد خدیو توفیق پاشا کے انجمن مدرسہ میں داخل ہوئے جو بڑے آدمیوں کے بچوں کی تعلیم کیلئے مخصوص تھا۔ وہاں اپنی خداداد ذہانت اور قابلیت سے ہمیشہ اوّل رہے۔ اس مدرسہ میں علوم نقلی و عقلی کا بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔

۱۸۹۲ء میں آپ کے بھائی سیّد عبدالباقی البکری نے رحلت کی تو انکی جگہ خدیو عباس پاشا نے آپ کو وہ تمام مدارج و مراتب عطا فرمائے جو ان کو حاصل تھے یعنے خاندان بکریہ کی مشیخت۔ اور تمام مشائخ صوفیہ دیار مصر کی شیوخیت اور کل اشراف مصر کی نقابت جسکی رو سے آپکا لقب صاحب السجادہ

شیخ المشائخ صوفیہ ونقیب الاشراف مصریہ قرار پایا۔

۱۹۲۰ء میں غیر معمولی قابلیت اور خاندانی اعزاز کا لحاظ کرکے خدیو نے آپ کو اپنی کونسل خاص کا ممبر خصوصی بنالیا۔ کوئی ملکی امر مہم آپ کے مشورہ کے بغیر طے نہیں ہوسکتا تھا۔ نیز حکومت کی طرف سے خرقہ شرافت درجہ اوّل اور تمغہ مجیدی درجہ دوم بھی عطا کیا گیا۔

اسی ۱۹۲۰ء میں سفر یورپ کیلئے تشریف لے گئے ان ممالک میں نہایت شاندار خیر مقدم ہوا اور نامور امراء، وزراء اور ممتاز علماء و فلاسفرز نے آپ کی زبردست تقریروں کو سنا اور ملاقاتیں کیں۔ اسی زمانہ میں قسطنطنیہ تشریف لے گئے سلطان عبد الحمید خاں نے بڑے دھوم سے استقبال کرایا اور کئی مرتبہ اپنے پاس بلاکر دعوتیں کیں نیز اپنے ہاتھ سے درجہ اوّل کا تمغہ عثمانی آپ کے سینہ پر لگایا اور وزیر علمی کا اعزازی فخر عنایت کیا۔

زندگی کا بڑا حصہ تصنیف وتالیف میں گزرتا ہے۔ متفرق تحریرات کے قطع نظر یہ کتابیں دیار مصر میں خاص شہرت رکھتی ہیں۔

(۱) صہاریج اللؤلؤ۔ یہ ایک ضخیم تصنیف ہے جس میں فن بلاغت اور شعرائے عرب پر نہایت قابلیت سے بحث کی گئی ہے۔ تاریخ اسلام کے تمام شہرہ آفاق شعراء کے کلام کا موازنہ اور لطیف اقتباس۔ جس سے مصنف کی عجیب وغریب وسعت نظر اور حسن مذاق کا پتہ چلتا ہے۔

(۲) اراجیز العرب۔ اسمیں عرب شہسواروں کے رزمیہ رجز اور انکی فلسفیانہ شرح ہے اس کتاب کی نسبت علامہ شیخ سلیم البشری نے جو دار العلوم جامع ازہر کے سب سے بڑے شیخ ہیں فرمایا کہ اراجیز العرب ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے لکھنے والے اور جمع کرنیوالے کی بے مثل قابلیت، فضیلت کی خود ہی زبردست دلیل ہے۔

(۳) نفوذ البلاغه - یہ طلبائے مدارس کیلئے لاجواب کتاب ہے جسمیں نہایت موثر پیرایہ سے اصول ادب و بلاغت بتائے گئے ہیں -

(۴) بیت الصدیق - چارسو سولہ صفحہ کی ضخیم کتاب ہے جسمیں مشائخ بکریہ کے علاوہ اکثر طرق صوفیہ مصریہ کے حالات ہیں -

(۵) بیت السادات الوفائیہ - یہ مصر کے اُس مشہور خاندان سادات کی تاریخ ہے جسمیں خود مصنف بھی شریک ہیں -

(۶) المستقبل الاسلام - یہ حضرت الشیخ کی تصنیفات میں سب سے مختصر اور قلیل الحجم رسالہ ہے جسکا ترجمہ اُردو اسلام کا انجام آپ کے سامنے ہے -

حضرت الشیخ جب حکم خدیو سے تمام دیار مصریہ کے شیخ المشائخ بنائے گئے تو اُس وقت مشائخ صوفیہ میں عجب بے ترتیبی کی حالت تھی - نہ باعتبار ظاہر ان کا کوئی نظم و نسق تھا نہ باعتبار باطن وہ اپنے فرائض درویشی سے آگاہ تھے لیکن آپ نے مسند مشیخت پر تشریف رکھتے ہی سنہ ۱۳۲۱ھ سے ضوابط و قواعد بنائے اور مشائخ کے انتظام ظاہری کا کارگر تدارک کیا - اسکے بعد ایک دستور العمل تعلیم و ارشاد کا بنایا جس میں مشائخ اور اُنکے مریدین کے لئے وہ ہدایات تھیں جن کو فراموش کر دیا گیا تھا اور جنکے بغیر صوفیوں میں پستی و افسردگی پھیلی ہوئی تھی -

حضرت الشیخ انگریزی و فرانسیسی میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور نہایت بیباک اور آزاد خیال ہیں - چنانچہ جب شاہ جارج پنجم بزمانہ ولیعہدی مصر تشریف لائے تو آپ ہی وہ شیر دل مصری تھے جنہوں نے اہل مصر کے حقوق کو کمال حریت اور صاف بیانی سے پیش کیا تھا -

مگر اسکے ساتھ ہی مصر کی گرم پا[illegible] سے آپ کو اختلاف ہے اور انکی شعلہ افروز تقریر و تحریر کو پسند نہیں کرتے - آپ کے خیال میں ملک مصر ایک

دن اہل مصر کا ہوگا بشرطیکہ تحمل و وقار سے کوشش کی جائے۔ وہ نہیں چاہتے کہ قبل از وقت عجلت اور خلاف ضابطہ جد وجہد ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حزب الوطنی جو مصر کی مشہور سرگرم جماعت ہے حضرت الشیخ سے خوش نہیں۔

آجکل آپ زیادہ تر مشائخ صوفیہ کی سود و بہبود میں ساعی رہتے ہیں چنانچہ جون ۱۹۱۱ء میں جب راقم الحروف مصر گیا تو آپ نے نہایت خلوص و جوش سے حلقہ نظام المشائخ کا خیر مقدم کیا اور مختلف اوقات میں راقم سے ان امور پر گھنٹوں بحث کی جنکا تعلق اصلاح مشائخ سے تھا۔

آپ اکثر علیل رہتے ہیں۔ چالیس سال کی عمر ہے۔ نحیف البدن ہیں بشرہ نہایت متین و سنجیدہ ہے۔ گورنمنٹ مصر کی جانب سے کئی ہزار ماہوار کا وظیفہ ملتا ہے جو اکثر امور خیر میں صرف کیا جاتا ہے۔

حسن نظامی

۷ رجمادی الاول ۱۳۳۰ ہجری - ۲۶ر اپریل ۱۹۱۲ء مقام دہلی

# تصانیف حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب

**روزنامچہ سفر ہندوستان**۔ اس روزنامچہ میں بمبئی کے قابل دید نظارے
اندر سومناتھ کی سیر اولیاء کرام کے مزارات۔ آغا خانی و امام شاہی مخفی تحریکوں کے
سارے بہت ہی دلچسپ طریقہ سے درج کئے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے خواجہ صاحب کا روزنامہ سفر
نہیں پڑھا ہے وہ اسکی روش کو خود ہی سمجھ جائینگے۔ حجم ۱۲۰ صفحہ تقطیع ۱۸x۲۲۔ قیمت ۸ر

**شیخ سنوسی کے پانچوں حصے**۔ یعنی حضرت خواجہ صاحب کے وہ پانچ مشہور و معروف
رسالے جن میں آئندہ زمانہ کے انقلابات کی نسبت چونکا دینے والی پیشینگوئیاں درج ہیں
جو اکثر صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ یہ پانچوں رسالے کئی بار چھپکر شائع ہو چکے ہیں اور کئی زبانوں
میں انکا ترجمہ بھی ہو گیا ہے قیمت حصہ اول ۴ر حصہ دوم ۴ر حصہ سوم ۶ر حصہ چہارم ۴ر حصہ پنجم ۴ر

**اسلام کا انجام**۔ دیار مصر کے شیخ المشائخ کی شہرہ آفاق کتاب مستقبل الاسلام کا اردو
ترجمہ۔ فلسفیانہ استدلال سے اسلام کے نیک انجام کا ثبوت۔ قیمت ۴ر

**اسرار**۔ بابی فرقہ کے بانی بہاء اللہ آفندی کی وہ زبردست کتاب جسمیں رموز تصوف
کو حیرت خیز طریقے سے بیان کیا ہے۔ قیمت ۴ر

**پیغمبری اشارہ کی اردو دعائیں**۔ اس کتاب میں حضرت خواجہ صاحب کی لکھی ہوئی
نہایت مؤثر اردو دعائیں درج ہیں جنکے عنوان یہ ہیں ۱۔ بچہ کی ولادت کے وقت ماں باپ
کی دعا۔ بچہ کی بسم اللہ کے وقت کی دعا۔ نکاح کے وقت کی دعا۔ دلہن کی دعا سسرال
میں جاکر۔ دولھا کی دعا دلہن کو دیکھ کر۔ بیمار کے سامنے بیٹھنے کی دعا۔ صبح کی دعا۔
صبح کے کھانے سے پہلے کی دعا۔ کھانے کے بعد کی دعا۔ پلنگ پر جاتے وقت۔ تہجد
کے وقت۔ صبح کی نماز کے بعد۔ ظہر کی نماز کے بعد وغیرہ پانچوں نمازیں۔ اذان سننے کے
بعد کی دعا۔ نیا چاند دیکھنے کے بعد۔ بادل کی چمک اور گرج میں۔ ریل میں سوار ہوتے وقت

دن اہل مصر کا ہو گا بشرطیکہ تحمل و وقار سے کوشش کی جائے۔ وہ نہیں چاہتے کہ قبل از وقت عجلت اور خلاف ضابطہ جو وجد پیدا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ حزب الوطنی جو مصر کی مشہور گرم جماعت ہے حضرت الشیخ سے خوش نہیں۔

آجکل آپ زیادہ تر مشائخ صوفیہ کی سود و بہبود میں ساعی رہتے ہیں چنانچہ جون ۱۹۱۱ء میں جب راقم الحروف مصر گیا تو آپ نے نہایت خلوص و جوش سے حلقہ نظام المشائخ کا خیر مقدم کیا اور مختلف اوقات میں ملاقات سے ان امور پر گھنٹوں بحث کی جنکا تعلق اصلاح مشائخ سے تھا۔

آپ اکثر علیل رہتے ہیں۔ چالیس سال کی عمر ہے۔ نحیف البدن ہیں بشرہ نہایت متین و سنجیدہ ہے۔ گورنمنٹ مصر کی جانب سے کئی ہزار ماہوار کا وظیفہ ملتا ہے جو اکثر امور خیر میں صرف کیا جاتا ہے۔

حسن نظامی

۷ رجمادی الاول سنہ ۱۳۳۰ ہجری - ۲۶ راپریل سنہ ۱۹۱۲ء مقام دہلی

# تصانیف حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب

**روزنامچہ سفر ہندوستان**۔ اس روزنامچہ میں بمبئی کے قابل دید نظارے سندر سومناتھ کی سیر اولیاء کرام کے مزارات۔ آغا خانی و امام شاہی مخفی تحریکوں کے بارے بہت ہی دلچسپ طریقہ سے درج کئے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے خواجہ صاحب کا روزنامہ سفر پڑھا ہے وہ اسکی روش کو خود ہی سمجھ جائینگے۔ حجم ۱۲۰ صفحہ تقطیع ۱۸×۲۲۔ قیمت ۸/

**شیخ سنوسی کے پانچوں حصے**۔ یعنی حضرت خواجہ صاحب کے وہ پانچ مشہور و معروف رسالے جن میں آئندہ زمانہ کے انقلابات کی نسبت چونکا دینے والی پیشینگوئیاں درج ہیں جو اکثر صحیح ثابت ہوئی ہیں۔ یہ پانچوں رسالے کئی بار چھپکر شائع ہو چکے ہیں اور کئی زبانوں میں انکا ترجمہ بھی ہو گیا ہے قیمت حصہ اول ۱/ حصہ دوم ۴/ حصہ سوم ۶/ حصہ چہارم ۴/ حصہ پنجم ۴/

**اسلام کا انجام**۔ دیار مصر کے شیخ المشائخ کی شہرۂ آفاق کتاب مستقبل الاسلام کا اردو ترجمہ۔ فلسفیانہ استدلال سے اسلام کے نیک انجام کا ثبوت۔ قیمت ۴/

**اسرار**۔ بابی فرقہ کے بانی بہاء اللہ آفندی کی وہ زبردست کتاب جسمیں موز تصوف کو حیرت خیز طریقے سے بیان کیا ہے۔ قیمت ۴/

**پیغمبری اشارہ کی اردو دعائیں**۔ اس کتاب میں حضرت خواجہ صاحب کی لکھی ہوئی نہایت موثر اردو دعائیں درج ہیں جنکے عنوان یہ ہیں:۔ بچے کی ولادت کے وقت ماں باپ کی دعا۔ بچے کی بسم اللہ کے وقت کی دعا۔ نکاح کے وقت کی دعا۔ دلہن کی دعا سسرال میں جاکر۔ دولھا کی دعا دلہن کو دیکھ کر۔ بیمار کے سامنے پڑھنے کی دعا۔ صبح کی دعا۔ صبح کے کھانے سے پہلے کی دعا۔ کھانے کے بعد کی دعا۔ پلنگ پر جاتے وقت۔ تہجد کے وقت۔ صبح کی نماز کے بعد۔ ظہر کی نماز کے بعد وغیرہ پانچوں نمازیں۔ اذان سننے کے بعد کی دعا۔ نیا چاند دیکھنے کے بعد۔ بادل کی چمک اور گرج میں۔ ریل میں سوار ہوتے وقت

موٹر میں سوار ہوتے وقت وغیرہ - اسکے علاوہ تمام وہ معرکہ کی دعائیں بھی ہیں جو سفر حجاز و مصر شام اور دیگر خاص خاص موقعوں پر عالم کیف میں حضرت خواجہ صاحب نے مانگی ہیں - قیمت ۴ر

**رسول کی عیدی** اُمت کے بچوں کیلئے حضرت خواجہ صاحب نے مرتب فرمائی ہے قیمت ۲ر

**ستر ہویں نامہ** - حضرت امیر خسروؒ کی ستر ہویں شریف کے حالات قیمت ۳ر

| | | | |
|---|---|---|---|
| دل کی مراد | ۱۰ر | بم | ۰ر |
| مکھی کا میدان جنگ | ۱ر | بندوق | ۰ر |
| فلسفۂ شہادت | ۱ر | جرمن شہزادہ کی لاش | ۰ر |
| مچھر کا اعلان جنگ | ۱ر | ہمارے رسولؐ کی عادتیں | ۰ر |
| توپ خانہ | ۱ر | دینی یادداشت | ۰ر |
| دکھیا شہزادی | ۰ر | ہوائی جہاز | ۰ر |
| فرام قبلہ ٹو شملہ | ۰ر | | |

## غدر دہلی کے افسانے

۱۸۵۷ء کے غدر دہلی کے دردناک سچے واقعات جو بادشاہ اور انکے گھرانہ کی عورتوں وغیرہ کو پیش آئے - خواجہ صاحب نے خود انہی لوگوں کی زبانی جن پر یہ حالتیں گزریں سنکر اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھے ہیں -

ہر فسانہ عبرت وحسرت کی تصویر ہے - پڑھنے والا دنیا کے انقلاب کا حال پڑھکر بیتاب ہوجاتا ہے اور بغیر آنسو بہائے قصہ کو ختم نہیں کرسکتا -

خدا سے ڈرنے اور دولت کے انجام کار سوچنے کیلئے اس سے بڑھکر کوئی ناصح نہیں ملسکتا - چھوٹی خوبصورت تقطیع پر نہایت خوشنما چھپی ہے - قیمت ۴ر

**یہ سب کتابیں کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے طلب کیجیے**